"آسان تفسیر قرآن مجید" از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کے منتخب فقہی مباحث

مقالہ برائے

ایم۔ فل علوم اسلامیہ

سیشن ۲۰۱۸ء۔۲۰۲۰ء

مقالہ نگار

حافظہ اقراء شوکت

رول نمبر: ۵۲۳۲

۲۰۱۴-GCUF-۰۴۷۴۸

نگران مقالہ

ڈاکٹر عمر حیات

ایسوسی ایٹ پروفیسر

شعبہ علوم اسلامیہ و عربی

گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد

نومبر ۲۰۲۰ء

بسم الله الرحمن الرحيم

حلف نامہ

میں اقرار کرتی ہوں کہ میں نے یہ مقالہ بعنوان **" آسان تفسیر قرآن مجید" از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے منتخب فقہی مباحث "** برائے حصول سند ایم فل علومِ اسلامیہ خود لکھا ہے۔ میں نے سرقہ سے کام نہیں لیا اور تحقیق و اخلاق کے اصولوں کو مد نظر رکھا ہے۔ نیز اس سے پہلے یہ مقالہ کسی یونیورسٹی میں برائے حصول سند پیش نہیں کیا گیا۔ میں اس مقالے کے تمام نتائج تحقیق اور جملہ عواقب کی ذمہ دار ہوں۔غلط بیانی کی صورت میں یونیورسٹی تادیبی کارروائی کر سکتی ہے۔

حافظہ اقراء شوکت

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ حافظہ اقراء شوکت نے یہ مقالہ بعنوان **"آسان تفسیر قرآن مجید از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے منتخب فقہی مباحث"** برائے حصول سند ایم فل علوم اسلامیہ میری نگرانی میں مکمل کیا ہے۔ یہ مقالہ محنت سے لکھا گیا ہے، اور میری معلومات کے مطابق سرقہ سے کام نہیں لیا گیا۔ میں اس کے نتائج، انداز تحریر و معیار تحقیق سے مطمئن ہوں۔ میرے خیال میں یہ مقالہ برائے جانچ اور زبانی امتحان، جناب ناظم امتحانات گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد کو بھیجا جا سکتا ہے۔ تاکہ وہ اس پر ضروری کارروائی کر سکیں۔

سپروائزری کمیٹی

۱۔ ڈاکٹر عمر حیات (نگران مقالہ)--------------------

DR. UMAR HAYYAT
Associate Professor,
Department of Islamic Studies
GC. University, Faisalabad.

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس (ممبر ۲)--------------------

۳۔ ڈاکٹر محمد حامد رضا (ممبر ۳)--------------------

صدر شعبہ علوم اسلامیہ و عربی

Chairman
Deptt. of Islamic Studies & Arabic
Govt. College University, Faisalabad

ڈین فیکلٹی اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ

Dean
Faculty of Islamic &
Oriental Learning
GC University Faisalabad.

انتساب

اس ذات پاک کے نام جو خالق کائنات ہے۔

اس ذات پاک کے نام جو وجہ تخلیق کائنات ہیں۔

شفیق والدین کے نام جن کی رہنمائی اور دعاؤں

سے اللہ نے مجھے اس کام کو کرنے کی توفیق بخشی۔

اظہارِ تشکر

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ اس لئے شکر ادا کرنا ایک دینی ذمہ داری ہے اور اللہ تعالیٰ بھی شکر ادا کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ شکریہ کے تمام کلمات اللہ علیم وخبیر کے لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تفسیر قرآن کے مقدس موضوع پر ایم۔ فل کا تحقیقی مقالہ لکھنے کی توفیق بخشی۔

اس کے بعد اپنے اساتذہ اور والدین کا شکر ادا کرتی ہوں جن کی کوششوں اور کاوشوں سے میں اس قابل ہوئی کہ دنیا میں باوقار اور باعزت زندگی گزار سکوں۔ اساتذہ کرام میں سب سے زیادہ اپنے مشفق استاد نگران مقالہ ڈاکٹر عمر حیات کی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے دوران تحقیق قدم قدم پر میری ہر طرح سے فکری اور علمی رہنمائی فرمائی۔

مزید برآں تمام اساتذہ کرام خصوصاً صدر شعبہ پروفیسر ڈاکٹر غلام شمس الرحمن، ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر یاسر عرفات، کا شکر ادا کرتی ہوں۔ ناسپاسی ہوگی اگر میں سر عرفان اکبر، آمنہ ثناء اللہ، عکاس غفور، اسماء، ردا گل، حافظہ نمرہ کا شکر ادا نہ کروں، جنہوں نے مواد کی فراہمی میں بھرپور ساتھ دیا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ میری اس ادنی سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

حافظہ اقراء شوکت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ(PREFACE)

موضوع کا تعارف:(Introduction to the Topic)

قرآن پاک کی تفسیر پر مبنی علمی وادبی سرمایہ انتہائی عظیم الشان، معتبر اور قابل فخر ہے جو اہل ایمان کی قرآن کریم کے ساتھ وابستگی کا مظہر ہے۔ہندوستان میں لکھی جانے والی اُردو تفاسیر میں ایک تفسیر ''آسان تفسیر قرآن مجید''مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی بھارت کے نامور فقیہ، متعدد فقہی کتابوں کے مصنف اور شرعی علوم کے محقق ہیں۔ نیز آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے سکریٹری ہیں۔ اسلامی فقہ المعہد العالی الاسلامی کے ناظم وبانی، سہ ماہی ''بحث و نظر''کے مدیر، دارالعلوم ندوۃ العماء کی مجلس انتظامی اور نظامت کے رکن اور متعدد مدارس اور تنظیموں کے سرپرست ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مورخہ ۴ ربیع الاوّلی ۱۳۷۶ھ بمطابق نومبر ۱۹۵۶ء کو''قاضی محلہ''جالہ، ضلع دربھنگہ(بہار)میں پیدا ہوئے۔ آپ کے چچا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے آپ کا نام''نورخورشید''رکھا آپ مولانا زین العابدین کے بیٹے ہیں۔ آپ اس وقت علمی شہر حیدرآباد میں مقیم ہیں۔(۱)

حضور حامل قرآن نبی کریم ﷺ اقدس واطہر ہستی ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی تشریح وتفسیر فرمائی وہی بنیادی طور پر بہترین تفسیر ہے اور لوگوں کو متن قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مشکل مقامات قرآنی کی وضاحت فرمائی۔ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے اس کام کو آگے بڑھایا۔اس کے بعد کے ادوار میں قرآن کریم کی بہت سی تفاسیر لکھی گئیں۔ اس طرح برصغیر پاک وہند میں تفسیری ادب کو بہت فروغ ملا اوراُردوزبان میں کثیر تعداد میں کتب تفسیر منظرِعام پر آئیں۔

''آسان تفسیر قرآن مجید''از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی ۳ جلدوں پر مشتمل ایک مختصر اُردو تفسیر ہے۔ آپ اپنی دینی، تحقیقی اور تصنیفی خدمات کی وجہ سے ارباب علم میں اپنی ایک قابل اعتماد پہچان پیدا کرچکے ہیں۔ آسان تفسیر قرآن مجید سلیس اُردوزبان میں قرآن کا ترجمہ اور تشریح ہے۔ جس میں مستند احادیث کی روشنی میں قرآنی تعلیمات کی تفسیر پیش کی گئی ہے۔

---

(۱) قاسمی، آفتاب غازی،(ودیگر) فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات سہانپور(یوپی) حیدرآباد: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، فروری ۲۰۱۱ء، ج ۱، ص ۳۹۵

مذکورہ تفسیر مختصر مگر جامعیت کی حامل ہے جس میں فصاحت وبلاغت کا پہلو بھی نمایاں ہے۔انبیاء کرام اور اُن کی اقوام سے متعلق واقعات کے ذیل میں دعوتی نکات اور سبق آموز پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن مجید سے مستنبط ہونے والے شرعی احکام اور خاص طور پر جدید مسائل پر توجہ دی گئی ہے۔اہل مغرب کی جانب سے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دلائل سے رد کیا گیا ہے اور عصرِ حاضر کے غیر اسلامی افکار و نظریات کے بارے میں قرآن مجید کے موقف کی وضاحت کی گئی ہے۔

مفسر موصوف کی تحریر میں سادگی بھی ہے خوبصورتی بھی ، روانی بھی اور اس بات کی شہادت ان کی تحریروں میں ملتی ہے۔موجودہ دور کے فکری مسائل کی طرف خصوصاًتوجہ دی گئی ہے۔ فقہی مسائل کو واضح کیا گیا ہے اور اگر عصرِ حاضر سے مربوط کوئی فقہی مسئلہ ہے۔تو اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔مسائل پر فقہ حنفی کے مطابق بحث کی گئی ہے اور فقہاء کے اختلاف پر بحث نہیں کی گئی۔

موضوع کی ضرورت واہمیت: (Need and Importance of Topic)

''آسان تفسیر قرآن مجید''عصر حاضر کی تفاسیر میں سے ایک اہم تفسیر ہے،جس کے مفسر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ہیں۔اُردو میں موجود قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر کی فہرست بہت طویل ہے،ان تراجم وتفاسیر میں مختلف مناہج اختیار کیے گئے ہیں اور ہر زمانے کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے علماء نے قرآنی پیغام کو اُردو زبان میں پیش کیا ہے اور تاحال کر رہے ہیں ۔ آسان تفسیر قرآن مجید کو کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ،سہارنپور،یوپی(ہندوستان)نے دو جلدوں میں اور زمزم پبلیشرز (کراچی)نے تین جلدوں میں شائع کیا ہے۔

''آسان تفسیر قرآن مجید''میں متعدد علمی میدانوں کے بارے میں مباحث پائے جاتے ہیں۔علم فقہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا اختصاصی میدان ہے،اس لیے اس تفسیر کے حوالے سے فقہی مباحث کا مطالعہ کرنا مقصود ہے۔چنانچہ ایم فل کے تحقیقی مقالے کے لئے اس تفسیر کا انتخاب کیا گیا ہے،تاکہ اس سے نہ صرف عام لوگ مستفید ہو سکیں بلکہ جامعات کے طلبہ بھی استفادہ کر سکیں اور مفسر موصوف کی قابلیت اور علمی مرتبہ سے بخوبی واقف ہو سکیں۔

سابقہ کام کا جائزہ:(Review of Literature)

''مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی فقہی خدمات کا تحقیقی جائزہ'' ایک مقالہ رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی(فیصل آباد)۲۰۱۸ء میں ہوا۔اس میں مولانا صاحب کی زندگی، علمی ودینی اور فقہی خدمات پر بحث کی گئی۔سہ ماہی مجلہ ''بحث ونظر''میں ''آسان تفسیر قرآن مجید''پر(مولانا احمد نور قاسمی)کا ایک تحقیقی مضمون شمارہ نمبر(۹۔۱۰)جولائی

تا دسمبر ۲۰۱۷ء میں شائع ہوا جنہوں نے ترجمہ کی خصوصیات اور تفسیری حاشیے کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ تاہم زیر نظر عنوان پر فی الحال کسی بھی یونیورسٹی میں ایم۔فل، پی ایچ ڈی کی سطح پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تفسیر پر علمی و تحقیقی کام کیا جائے اور اس موضوع کے مختلف پہلو کو محققانہ انداز میں سامنے لایا جائے۔

فرضیہ تحقیق :(Hypothesis)

مذکورہ تفسیر اپنے نام کی مناسبت سے موجودہ دور کے تفسیری ادب میں آسان تر ہے۔اس میں مختلف مقامات پر فقہی مباحث بیان ہوئے ہیں جن پر عصر حاضر کے حوالے سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

بنیادی سوال:(Basic Question)

کیا آسان تفسیر قرآن مجید فقہی استدلال کے وصف سے متصف ہے؟

منہج تحقیق:(Research Methodology)

مقالہ ہذا میں بیانیہ و تجزیاتی منہج تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔

جی سی یونیورسٹی فیصل آباد کے طے شدہ ریسرچ فارمیٹ کی پابندی کی گئی ہے۔

تبویب

"آسان تفسیر قرآن مجید" از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے منتخب فقہی مباحث

باب اول: مفسر اور تفسیر کا تعارف

فصل اول:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے احوالِ حیات، دینی و تصنیفی خدمات

مولانا خالد سیف اللہ بھارت کے نامور فقیہ، متعدد فقہی کتابوں کے مصنف اور شرعی علوم کے محقق ہیں۔ نیز آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے سکریٹری، اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے جنرل سکریٹری ہیں۔ اسلامی فقہ المعہد العالی اسلامی کے ناظم وبانی، سہ ماہی "بحث و نظر" کے مدیر، دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی اور نظامت کے رکن اور متعدد مدارس اور تنظیموں کے سرپرست ہیں۔

نام و نسب:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مورخہ: ۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ، بمطابق: نومبر ۱۹۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے چچا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے آپ کا تاریخی نام "نور خورشید" رکھا، آپ مولانا حکیم زین العابدینؒ صاحب کے بیٹے ہیں۔(۱)

مولانا اپنے نسب کے بارے میں اپنے ایک مضمون "میرے ابا جان" میں بیان کرتے ہیں۔

"اسم گرامی عبد اللہ تھا، زین العابدینؒ کے نام سے مشہور تھے۔ میرے دادا یعنی ان کے والد ماجد کا نام (مولانا) عبد الاحدؒ تھا جو اپنے وقت کے جید علماء میں سے تھے شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے شاگرد خاص تھے"(۲)

مولانا اپنی والدہ کے خاندان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"میری والدہ جن کا نام بلقیس جہاں تھا، سید اسلم ہاشمی مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔ بہار میں ایک بڑے صاحب نسبت اور بافیض بزرگ حضرت مولانا بشارت کریم صاحبؒ گزرے ہیں، مرحوم کا ان سے خصوصی تعلق تھا"(۳)

خاندانی پس منظر:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا خاندان والد اور والدہ دونوں کی طرف سے ایک علمی خاندان تھا۔ آپ کے

---

(۱) قاسمی، آفتاب غازی، (ودیگر) فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات، سہارنپور (یوپی): کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، فروری ۲۰۱۱ء ص: ۳۹۵

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، سہارنپور (یوپی): کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، طبع دوم، ۲۰۱۵ء ص: ۶۴۳

(۳) ایضاً: ص: ۶۴۵

والد زین العابدینؒ کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے دادا مولانا عبد الاحد جالویؒ اپنے عہد کے بڑے علماء میں سے تھے۔ آپ کے چچا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر، کتنی ہی تنظیموں اور اداروں کے سربراہ تھے۔ مولانا رحمانی کا نانیہالی خاندان مولانا بشارت کریم گڑھولویؒ سے وابستہ تھا آپ کے سسرالی خاندان کے مورث اعلیٰ ملا سید محمد علیؒ تھے۔

مولانا کے خاندان کے بارے میں یوں تذکرہ ملتا ہے۔

"His grandfather Moulana Abdul Ahad Jalavi was a renowned Islamic scholar and an apostle of Moulana Rasheed Ahmed Ganguhi, Shaikh-ul-Hind Mahmudul Hasan and Moulana Ashraf Ali Thanvi. His father Moulana Zainul Abidain, Islamic scholar and tabeeb, writer of the books Deen-e-Ibrahimi, Seerat-ul-Mustafa, Makarim-ul-Hadeeth. His paternal uncle Moulana Mujahidul Islam Qasmi was a renowned Islamic scholar, community leader and thinker, former President of All India Muslim Personal Law Board, Founder of Islamic Fiqh Academy and All India Milli Council)".(۱)

(آپ کے دادا مولانا عبد الاحد جالویؒ ایک مشہور اسلامی سکالر تھے۔ اور آپ مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند محمود الحسن اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرح تھے۔ آپ کے والد مولانا زین العابدین اسلامی سکالر، طبیب اور "دین ابراہیمی"، "سیرت المصطفیٰ"، "مکارم الحدیث"، ایسی کتابوں کے مصنف تھے آپ کے چچا مولانا مجاہد الاسلام قاسمی ایک مشہور اسلامی سکالر، معاشرتی رہنما اور مفکر، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کے صدر، اسلامی فقہ اکیڈمی اور آل انڈیا ملی کونسل کے بانی تھے۔)

پیدائش:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی قاضی محلہ، جالہ ضلع در بھنگہ میں نومبر ۱۹۵۶ء کو پیدا ہوئے۔ اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے جنرل سکریٹری ہیں۔

آپ کی پیدائش کے بارے میں اشرف علی قاسمی رقم طراز ہیں:

"جائے پیدائش قاضی محلہ، جالہ، ضلع در بھنگہ (بہار) ۴/ جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ

---

(۱) Biography of Moulana khalid Saifullah .www.khalidrahmani.in.۲۱ء۲۰۲۰ء,۱۰:۵۰am

نومبر ۱۹۵۶ء کو پیدائش"(۱)

آپ کے موجودہ شہر کے بارے میں " فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات "میں یوں تذکرہ ملتا ہے۔

آپ صوبہ بہار کے ضلع دربھنگہ میں پیدا ہوئے اور اس وقت مشہور علمی شہر حیدر آباد میں مقیم ہیں۔(۲)

تعلیم وتربیت:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے قرآن مجید اور ابتدائی اُردو وغیرہ کی تعلیم اپنی دادی، والدہ اور پھوپھا مولانا وجیہ الدین مرحوم سے حاصل کی۔ فارسی اور عربی زبان کی ابتدائی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں نیز ایک دو سال مدرسہ قاسم العلوم حسینیہ دوگھرا (ضلع دربھنگہ) میں بھی زیر تعلیم رہے۔ یہاں حضرت مولانا عبدالحمید قاسمی (نیپال) آپ کے خاص اُستاد تھے متوسطات سے دورہ حدیث تک جامعہ رحمانی مونگیر میں زیر تعلیم رہے۔(۳)

جامعہ رحمانی مونگیر سے ۱۳۹۵ھ میں فارغ ہوئے اور پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ دیوبند سے فراغت کے بعد آپ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ گئے اور دو سال تک قضاء وافتاء کی تربیت حاصل کی۔(۴)

تدریسی زندگی:

۱۳۹۷ھ میں محمد حمید الدین حسامی عاقل کی دعوت پر مولانا رحمانی صاحب دارالعلوم حیدرآباد تشریف لائے اور ایک سال تک تدریسی خدمات سر انجام دی۔ اس وقت قدوری، رحمت عالم، اور شرح مائۃ عامل، کتابیں پڑھائیں پھر آپ دارالعلوم سبیل السلام منتقل ہوئے یہاں بحیثیت صدر مدرس تدریس اور انتظامی امور میں مصروف ہوئے۔ ۱۴۲۰ھ یہیں درس دیتے رہے۔ ۱۴۲۰ھ میں آپ سبیل السلام سے مستعفی ہو گئے اور ایک مستقل ادارہ "المعہد الاعالی اسلامی" قائم فرمایا۔

> "شوال ۱۳۹۷ھ میں آپ امیر ملت اسلامیہ آندھرا پردیش مولانا حمید الدین حسامی عاقلؒ کی دعوت پر تدریس کے لئے دارالعلوم حیدرآباد تشریف لائے"(۵)

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، قاموس الفقہ، کراچی: زم زم پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ۱/۶

(۲) قاسمی، آفتاب غازی، (ودیگر)، فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات، ص: ۳۹۵

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، قاموس الفقہ، ۱/۲۰۱

(۴) قاسمی، آفتاب غازی، (ودیگر)، فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات، ص: ۳۹۶

(۵) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، قاموس الفقہ، ۱/۲۰۱

اُس وقت یہ دار العلوم ایک معمولی خستہ حال عمارت میں قائم تھا اور شرح جامی تک تعلیم تھی چنانچہ آپ نے ایک کامیاب اور طلبہ کے دل میں گھر کر لینے والے اُستاد کی حیثیت اختیار کر لی۔ مگر ماحول کی اجنبیت کی وجہ سے یہاں آپ کا دل نہیں لگا اور حضرت مولانا عاقل صاحب کی اجازت سے شعبان ۱۳۹۸ھ میں سال پورا کر کے دارالعلوم سبیل السلام منتقل ہو گئے۔(۱)

اساتذہ:

مولانا رحمانی نے ابتدائی تعلیم اپنی دادی، والدہ، پھوپھا، مولانا وجیہ الدین احمد سے حاصل کی۔ متوسطات سے دورہ حدیث تک آپ نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا اُن میں مولانا عبد الحمید قاسمی، مولانا شمس الحق صاحبؒ، مولانا اکرام علی صاحبؒ(جو بعد میں جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں شیخ الحدیث ہوئے) مولانا حبیب الدین قاسمیؒ، جو اس وقت دارالعلوم حیدر آباد میں شیخ الحدیث ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن رحمانی(جو بعد میں جامع اسلامیہ بھٹکل میں شیخ الحدیث ہوئے)شامل ہیں۔

پھر مکرر دورہ حدیث میں مولانا شریف حسن دیوبندیؒ، مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، مولانا محمد حسین بہاری، مولانا معراج صاحبؒ، مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ، (موجودہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) مولانا نظام الدین اعظمیؒ، مولانا انظر شاہ کشمیریؒ(شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند) مولانا محمد نعیم دیوبندیؒ اور مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ، آپ کے خاص اُستاد ہوئے۔ قضاء کی تربیت میں آپ نے جناب محمد شفیع پھلوارویؒ اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، سے استفادہ کیا۔(۲)

تلامذہ:

آپ کی طویل تدریسی زندگی میں جن لوگوں نے براہ راست آپ سے استفادہ کیا اُن میں معہد کے اساتذہ مفتی اشرف علی قاسمی، مولانا مصطفیٰ عبد القدوس ندوی، مفتی شاہد علی قاسمی، کے علاوہ مولانا عبد ندوی(مقیم جدہ) مولانا حافظ خواجہ نذیر الدین سبیلی (ناظم جامعہ نسواں حیدر آباد) مولانا احمد عبد المجیب ندوی قاسمی(مقیم شکاگو) مولانا ظفر عالم ندوی(استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) مولانا خالد حسین صدیقی(ناظم دار التربیت رمول نیپال) مولانا ولی اللہ قاسمی (جامعہ الفلاح اعظم گڑھ) ڈاکٹر شہاب الدین سبیلی (اسسٹنٹ پروفیسر ایفل یونیورسٹی

---

(۱) قاسمی، آفتاب غازی، (ودیگر) فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات، ص:۳۹۶

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، قاموس الفقہ، ۱/ ۲۰۱

حیدرآباد)ڈاکٹر اسرار الحق سبیلی (لکچرر)ڈاکٹر احتشام الحق قاسمی (مقیم امریکہ)مولانا عبد الاحد فلاحی (ممبئ)مولانا عمر فلاحی (جامعہ حسینیہ کوکن)وغیرہ اپنے اپنے میدان میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔(۱)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اکابر علماء اور معاصرین کی نظر میں:

عصر حاضر میں جو نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں ان مسائل کا حل بڑا نازک کام ہے مولانا کو اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحتیوں سے نوازہ ہے کہ وہ ان مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔اور اسی صلاحیت کی وجہ سے اکابر علماء اور معاصرین کے درمیان قدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

مشہور فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ فرماتے ہیں۔

"ورأيت أن مصنفه قد وفق فی بيان الحكم السديد، ولمست تمكنه من إبداءالنظر والاجتهادوتخريج القضايا على منهج أصولي صحيح"(۲)

(میرا خیال ہے کہ مصنف کو من جانب اللہ صحیح حکم بیان کرنے کی توفیق دی گئی ہے اور میرا احساس ہے کہ مصنف کو صحیح اُصولی منہج پر مسائل کو حل کرنے اور ان کے بارے میں رائے قائم کرنے پر قدرت ہے)

حضرت مولانا مجیب اللہ ندویؒ (سابق ناظم جامعہ الرشاد اعظم گڑھ) فرماتے ہیں۔

"مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اپنی کم عمری کے باوجود وسعت نظری کے ساتھ فقہی جزئیات سے نئے نئے نتائج اخذ کرنے اور اپنے نتائج کو پیش کرنے کا بہترین سلیقہ رکھتے ہیں۔ قلم میں متانت اور پختگی ہے اور مطالعہ میں عمیق اور گہرائی ہے"(۳)

حضرت مولانا عبید اللہ اسعدیؒ (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ یوپی) رقم طراز ہیں:

"ہمارے مولانا فقہ وحدیث دونوں فنون کتب عالیہ کے استاذ ہیں اس لئے وسیع نظر رکھتے ہیں اور تجزیہ بھی"(۴)

---

(۱) قاسمی، آفتاب غازی، (ودیگر)فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات، ص:۴۱۰

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، نوازل فقهية معاصرة، سہارنفور: مکتبہ الایمان، طبع ثانیہ ۲۰۱۰ء، ۱/ ۶

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، اسلام کا نظام عشر وزکوۃ، سہارنپور(یوپی): کتب خانہ نعمیہ دیوبند، طبع دوم ۲۰۱۰ء، ص:۶

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان اصول حدیث، سہارنپور(یوپی): کتب خانہ نعمیہ دیوبند، طبع جدید، ۲۰۱۴ء، ص:۱۸

محمد نعمت اللہ قاسمی (اسکالر المعہد العالی اسلامی حیدر آباد) مولانا رحمانی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"حضرت الاستاذ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (ناظم المعہد العالی اسلامی حیدرآباد جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی) کی شخصیت علمی ودعوتی حلقوں میں محتاج بیان نہیں اللہ تعالیٰ نے علمی گہرائی وگیرائی، فکری اعتدال اور زمانہ آگہی، کے ساتھ ساتھ انہیں زبان وقلم اور تعبیر وتشریح کا بے پناہ ملکہ دیا ہے، مشکل سے مشکل تعبیر کو آسان تر انداز میں بیان کرنا آپ کا امتیاز ہے"(۱)

مولانا کی دینی وتصنیفی خدمات:

مولانا رحمانی بہت سی خوبیوں کے مالک اور ذہانت کی دولت سے مالا مال ہیں۔ مختلف علمی، فکری، تاریخی اور فقہی موضوعات پر آپ کی درجنوں کتابیں اہل علم کے مابین مقبول ومتداول ہیں۔ آپ مختلف دینی اداروں میں اپنی ذمہ داریاں اور فرائض ادا کر رہے ہیں۔ آپ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے سکریٹری، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، یہ ایک فقہی ادارہ ہے جس کی بنیاد آپ کے چچا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے ۱۹۸۹ء میں رکھی۔ آپ کے چچا کی وفات کے بعد آپ اس ادارہ کے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے۔ دارالقضاء امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کا قیام ۱۹۷۳ء میں عمل میں آیا اور ۱۹۷۸ء میں مولانا حمید الدین حسامی کی دعوت پر آپ نے قضاء کی ذمہ داری سنبھالی۔

اس کے علاوہ دار العلوم سبیل اسلام حیدر آباد میں ۲۲ سال درس وتدریس کی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ آندھرا پردیش میں لڑکیوں کے لئے ایک بڑی درسگاہ "جامعہ عائشہ نسواں" قائم کیا۔ آپ اس کے بانی ہیں "دارالعلوم سبیل الفلاح" اور "مدرسۃ الفالحات" ضلع دربھنگہ بہار میں قائم فرمایا۔ سہ ماہی "بحث ونظر" یہ ایک فقہی رسالہ ہے آپ کے چچا کی وفات کے بعد اس رسالہ کی ادارت آپ کے ذمہ آگئی۔ آپ اس ذمہ داری کو بخوبی نبھا رہے ہیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور متعدد کتابیں تصنیف کی جن کی فہرست درجہ ذیل ہیں۔

قرآنیات:

- آسان تفسیر قرآن مجید
- ۲۴ آیتیں
- آسان اصول تفسیر

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، راہ عمل عصر حاضر کے سماجی مسائل، کراچی: زم زم پبلیشرز، ۲۰۰۹ء، ۴/۷

حدیث:

- آسان اصول حدیث
- فقہ حنفی اور حدیث

فقہ:

- قاموس الفقہ (۵) جلدیں
- جدید فقہی مسائل (۵) جلدیں
- کتاب الفتاوی (۱۰) جلدیں
- آسان اصول فقہ
- اسلام کا نظام عشر و زکوۃ
- مسجد کی شرعی حثییت
- مسلمان کناڈا کے بعض مسائل
- فقہ اسلامی تدوین اور تعارف
- حلال و حرام
- رفیق حج و عمرہ
- جدید مالیاتی ادارے فقہ اسلامی کی روشنی میں
- اصول فقہ پر محاضرات کا مجموعہ (غیر مطبوعہ)
- مشینی ذبیحہ فقہ اسلامی کی روشنی میں

سیرت النبی ﷺ:

- پیام سیرت عصر حاضر کے پس منظر میں
- مختصر سیرت نبوی (تلخیص سیرت ابن ہشام)
- غیر مسلموں کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ کا سلوک
- حیات طیبہ ﷺ

فکری موضوعات:

- دینی اور عصری درسگاہیں مسائل اور حل
- اسلام کو سمجھئے
- میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے
- دعوت دین مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل
- غیر مسلم معاشرہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں سے روابط

تاریخ، تذکرہ وسفر نامہ:

- حیات مجاہد
- وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
- متاع سفر

اصلاحی وتذکیری تحریریں:

- شمع فروزاں
- راہ عمل

مذاہب وفرق:

- مسلم پرسنل لاء اور بعض غلط فہمیاں
- راہ اعتدال

مولانا کی تصانیف کے علاوہ آپ کے بہت سے مضامین اخبارات اور رسائل وجرائد کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ آپ کافی عرصہ تک سہ ماہی "صفا" جو دارالعلوم سبیل السلام حیدر آباد سے نکلتا تھا اس کو ایڈٹ کرتے رہے۔ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں ہفت روزہ "نقیب" پابندی سے لکھتے رہے۔ "افکار ملی" دہلی میں شرعی مسائل کا کالم بھی کافی عرصہ لکھا۔ اُردو روزنامہ "مصنف" میں آپ ملک کے مختلف علاقوں سے آنے والے دینی وفقہی سوالات کے جوابات لکھتے ہیں جو ہر جمعہ "آپ کے شرعی مسائل" کے عنوان سے چھپتے ہیں اور اسی اخبار میں آپ عام اصلاحی موضوع پر "شمع فروزاں" کے عنوان سے مضامین لکھتے ہیں۔

فصل دوم: آسان تفسیر قرآن مجید کا منہج واسلوب

منہج کا معنی طریق کار جس کا انگریزی میں (Methodology) کے لفظ سے ترجمہ کیا جاتا ہے لسان العرب میں منہج کا معنی درج ذیل ہے۔

"نهج: طريقٌ نَهْجٌ: بَيِّنٌ واضِحٌ، وَهُوَ النَّهْجُ"(۱)

(نہج: راستہ واضح اور روشن راستہ نہج ہے)

کتاب العین میں خلیل احمد الفرھیدی لکھتے ہیں۔

"نهج: طريقٌ نَهْجٌ: واسِعٌ واضِحٌ"(۲)

(نہج: راستہ واضح اور وسیع راستہ نہج کہلاتا ہے)

قرآن پاک میں لفظ منہاج آیا ہے، ان دونوں الفاظ کا کم وبیش ایک ہی معنی ہے، منہاج واضح اور صاف راستے کو کہتے ہیں۔

"لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا"(۳)

(ہم نے تم میں سے ہر ایک (اُمت) کے لئے ایک خاص راستہ اور طریقہ مقرر کیا ہے)

اسی طرح اُسلوب سے مراد طرز وانداز ہے جو منہج کے معنی سے قدرے مختلف ہے۔

"اُسلوب کا مطلب طرز، روش، انداز بیان، طرز ادا، طریق ادا، پیرانہ گفتار وغیرہ"(۴)

"اصطلاح میں اُسلوب سے مراد کسی لکھنے والے کی وہ انفرادی طرز نگارش ہے جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والے سے متمیز ہو جاتا ہے"(۵)

لکھنے والے کی فکر اور اس کے خیالات ونظریات اُسلوب سازی پر اثر انداز ہوتے ہیں، کیوں کہ ہر شخص کی سوچ الگ ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا اُسلوب بھی جداگانہ ہوتا ہے اور وہ اس کی فکر کی عکاسی کرتا ہے۔

---

(۱) ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: دار صادر، ۱۳۷۴ھ، ۲/ ۳۸۳

(۲) الفراھیدی، خلیل احمد، کتاب العین، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ، ۳/ ۳۹۲

(۳) المائدہ: ۴۸

(۴) سید عبد اللہ، ڈاکٹر، اشارات تنقید، دہلی: چمن بک ڈپو، س ن، ۴۳۸

(۵) عابد علی عابد، سید، اُسلوب، علی گڑھ بک ڈپو، ۱۹۷۶ء، ۴۴

قرآن سے استدلال:

مولانا رحمانی کے تفسیری منہج کی ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر میں زیادہ تر قرآن سے استدلال کرتے ہیں۔ اور آپ نے یہ اُسلوب مختلف جگہوں پر مختلف طریقوں سے اپنایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ"(۱)

(اے لوگو! تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے جو کتاب اُتاری گئی ہے اسی کی پیروی کرو)

مولانا رحمانی اس آیت کی وضاحت میں مندرجہ ذیل قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ مولانا صاحب لکھتے ہیں کہ:

"کتاب اللہ کی پیروی میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بھی شامل ہے کیوں کہ وہ بھی اللہ ہی کی طرف سے اُتاری ہوئی باتیں ہیں"(۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى"(۳)

(نہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات کرتے ہیں یہ (قرآن) تو وحی ہے جو ان پر اُتاری جاتی ہے)

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"(۴)

(اے مسلمانو! تمہارے لئے اللہ کے پیغمبر کی ذات میں ان لوگوں کے لئے بہترین نمونہ ہے)

قرآن کی تفسیر بذریعہ حدیث:

مولانا رحمانی اپنی تفسیر میں جن احادیث وروایات کو جگہ دیتے ہیں انھیں ہر لحاظ سے پرکھتے ہیں۔ حدیث قرآن مجید کی تفسیر کا دوسرا بڑا اور مستند مآخذ ہے، کہیں آپ حدیث کے الفاظ کو عربی متن اور ترجمہ سے بیان کرتے ہیں، اور کہیں صرف حدیث کا ترجمہ اور جس کتاب سے لیا گیا ہے اس کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔

---

(۱) الاعراف:۳

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۳۷۳

(۳) النجم:۴-۳

(۴) الاحزاب:۲۱

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ"(۱)

اس آیت میں اُمت کے گمراہ فرقوں کی طرف اشارہ ہے اور آپ ﷺ نے حدیث مبارکہ میں اُس گروہ کی نشان دہی کی جو حق پر قائم ہے، اس آیت کے ذیل میں مولانا رحمانی وہ احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔

"مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"(۲)

(جو شخص میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر قائم رہے گا وہی نجات پائے گا)

اسی طرح آیت الکرسی کی تفسیر میں مولانا رحمانی ایک حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں۔

"إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الكُرْسِيِّ، لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلاَ يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ"(۳)

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص رات میں سوتے وقت اس آیت کو پڑھ لے، صبح تک شیطان سے اس کی حفاظت ہو گی ۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ"(۴)

(خبر دار! بے شک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ)

یہاں "مثلہ معہ" سے مراد حدیث ہے۔

"اور سنت بھی آپ ﷺ پر بذریعہ وحی نازل ہوتی تھی جس طرح آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا۔ بس اس فرق کے ساتھ کہ قرآن کی تنزیل الفاظ کے ساتھ تھی اور سنت میں مطالب ومفاہیم اور معانی کی آپ پر وحی ہوئی، جیسے آپ ﷺ ااپنے الفاظ یا اعمال سے ظاہر کرتے"(۵)

---

(۱) الانعام:۱۵۹

(۲) الترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، باب ما جاء فی افتراق ھذہ الامہ، رقم الحدیث:۲۶۴۱

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس و جنودہ، رقم الحدیث:۳۲۷۵

(۴) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب السنہ، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، رقم الحدیث:۴۶۰۴

(۵) راغب الطباخ، تاریخ افکار وعلوم اسلامی، مترجم: افتخار علی بلخی، دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی، بار اول، ۱۹۸۳ء، ۲۵۶/۱

سابقہ تفاسیر سے استدلال:

مولانا رحمانی نے اپنی تفسیر میں دوسری تفاسیر سے بھی استدلال کیا ہے، مثال کے طور

"لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ"(۱)

(تاکہ اس کے ذریعے دین حق کو مٹادیں)

کی وضاحت کرتے ہوئے تفسیر قرطبی کا حوالہ دیتے ہیں، "مفسر قرطبی نے اس کے معنی مٹانے کے ہی بتائے ہیں: "أَيْ لِيُزِيلُوا"(۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ"(۳)

(اللہ جو زندہ جاوید ہے، جو کائنات کے نظم کو تھامے ہوئے ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں،)

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر کے حوالے سے مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

"ابن کثیر نے "حی" کی تفسیر الذی لایموت ابداً (جس کو کبھی موت نہیں آئے گی) سے کی ہے، اس رعایت سے اس کا ترجمہ "زندہ جاوید" سے کیا گیا ہے"(۴)

سبق آموز پہلوؤں پر روشنی:

مولانا رحمانی اپنی تفسیر میں قصص واقعات کے ذیل میں سبق آموز پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، مثلاً حضرت سلیمان علیہ اسلام کے واقعہ میں کئی سبق آموز پہلو اور قابل ذکر باتیں ہیں، یہاں اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

حضرت سلیمان علیہ اسلام نے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے ایمان والوں پر فضیلت

---

(۱) المومن:۵

(۲) القرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع لاحکام القرآن، قاھرہ: دار لکتب المعصریۃ، طبع دوم، ۱۳۸۴ھ، ۱۵/ ۲۹۳

(۳) البقرہ:۲۵۵

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۱۰۹

بخشی۔اس سے معلوم ہوا کہ بطور بڑائی اور تکبر کے اپنے آپ کو دوسروں سے افضل بتانا درست نہیں ؛لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ کہنے میں کہ "اللہ نے ہمیں فلاں نعمت عطا کی، جس سے اس کے دوسرے بندے محروم ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔

سلطنت اور نبوت دونوں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ اسلام کو ان کے بعد حضرت سیلمان علیہ اسلام کو عطا فرمائی،اس سے معلوم ہوا کہ دینی ذمہ داریوں میں صلاحیت اور اہلیت کی بنا پر باپ کے بعد بیٹے کو اس کی ذمہ داریاں دی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت سیلمان علیہ اسلام نے اللہ سے ایسے نیک عمل کی دُعا کی، جس سے اللہ راضی ہو جائیں:"ان اعمل صالحاً ترضاہ" اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عمل کا درست ہونا کافی نہیں، اللہ کے دربار میں مقبول ہونا ضروری ہے اس لئے مومن کو چاہیے کہ عمل صالح مقبول کی دعا کیا کرے۔

چیونٹیاں اپنے بلوں میں اس لئے گھس گئیں کہ حضرت سیلمان علیہ اسلام کے لشکر کو ان کے یہاں ہونے کی خبر نہیں ہے، کہیں وہ ان کو مسل نہ ڈالیں، معلوم ہوا کہ جانتے بوجھتے کسی جاندار کو خواہ مخواہ مارڈالنا درست نہیں ہے، اور اگر انجانے میں کوئی کیڑا مکوڑا نیچے آجائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔(۱)

عربی قواعد کے ذریعے وضاحت:

مولانا صاحب اپنی تفسیر میں قرآنی الفاظ اور مطالب کی وضاحت قواعد عربیہ سے بھی کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا"(۲)

(آپ کہہ دیجئے نہیں؛ بلکہ ہم نے یکسو ہو کر ابراہیم کا مذہب اختیار کیا)

مولانا رحمانی حنیفا کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"عربی قواعد کی رو سے حنیفا کا تعلق حضرت ابراہیمؑ سے بھی ہو سکتا ہے، ایسی صورت میں وہی ترجمہ ہو گا جو اوپر کیا گیا۔ اور اس لفظ کا تعلق "ملۃ ابراہیم" سے بھی ہو سکتا ہے ایسی صورت میں "حنیف" کے معنی مستقیم (درست) کے ہوں

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/ ۲۵۵۔۲۵۶

(۲) البقرہ:۱۳۵

گے اور ترجمہ یوں ہو گا "ہم نے ابراہیم کا مذہب اختیار کیا، جو درست ہے "(۱)

فقہی مسائل میں اقوال آئمہ سے استدلال:

آسان تفسیر قرآن مجید میں مختصر اور جامع انداز میں فقہی مباحث کو مدنظر رکھا گیا ہے، فقہی مسائل میں حسب ضرورت اقوال آئمہ سے استدلال بھی کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ"(۲)

(اگر تم اللہ کے احکام پر ایمان رکھتے ہو تو جس (ذبیحہ) پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اسی میں سے کھاؤ)

اس آیت کے ذیل میں مولانا رحمانی آئمہ اربعہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔

امام مالکؒ کے نزدیک: اگر بھول جائیں اور اللہ کا نام نہ لے تب ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک: بھول جانے پر ذبیحہ حرام نہیں ہوتا، جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لے تب ذبیحہ حرام ہو گا۔ امام احمدؒ کی بھی یہی رائے ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک: اصل مقصود یہ ہے کہ غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے اور اگر لیا جائے تب ذبیحہ حرام ہو گا۔ پھر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے مولانا رحمانی لکھتے ہیں:

"کہ امام ابو حنیفہؒ کا موقف قرآن وحدیث سے زیادہ ہم آہنگ بھی ہے اور اعتدال پر مبنی بھی (واللہ اعلم)"(۳)

تقابلی اُسلوب:

مولانا رحمانی نے واقعات کی تفسیر میں بائبل سے تقابل بھی کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَاوَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ (۴)

(پھر جیسے ہی ان دونوں نے درخت کا مزا چکھا، ان کی شرمگاہیں کھل گیئں دونوں

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۵۶

(۲) الانعام:۱۱۸

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۲۵۰

(۴) الاعراف:۲۲

اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑنے لگے)

"بائبل میں ہے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام جنت میں شروع ہی سے برہنہ تھے اور ایک دوسرے سے شرماتے نہیں تھے"(۱)

"مگر قرآن مجید واضح کرتا ہے کہ وہ دونوں جنت کے لباس میں ملبوس تھے اور جونہی ان کے جسم سے لباس اُترا، وہ مارے شرم کے پتوں سے اپنی شرمگاہیں چھپانے لگے"(۲)

اسرائیلی روایات سے اجتناب:

اسرائیلیات ان روایتوں کو کہتے ہیں جو اہل کتاب، یعنی یہود ونصاری سے ہم تک پہنچی ہیں۔ آسان تفسیر قرآن مجید میں اسرائیلی روایات سے اجتناب کیا گیا ہے، غلط اور غیر اسلامی روایات کو تفسیر میں قطعاً جگہ نہیں دی گئی۔ چنانچہ ایک جگہ مولانا رحمانی تحریر کرتے ہیں۔

"ہاروت وماروت کے سلسلہ میں تفسیر کی کتابوں میں بعض اور واقعات بھی ذکر کئے گئے ہیں، وہ سب غیر معتبر ہیں اور اسلامی تعلیمات سے مناسبت نہیں رکھتے"(۳)

قصص واقعات سے حصول عبرت وموعظت:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا واقعاتی انداز میں ذکر فرمایا ہے، جس کا مقصد حضور اکرم محمد ﷺ کو سابقہ انبیاء واقوام کے حالات سے باخبر کرنا، اور لوگوں کو عبرت ونصیحت پکڑنے کی دعوت دینا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ"(۴)

(بے شک ان لوگوں کی داستانوں میں سمجھ دار لوگوں کے لئے عبرت کا سامان ہے)

---

(۱) پیدائش:۲/۲۵

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۳۷۷

(۳) ایضاً:۱/۴۴

(۴) یوسف:۱۱۱

"فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"(۱)

(تو آپ ان حالات کو بیان کر دیجیے، شاید وہ فکر سے کام لیں)

مولانا رحمانی نے اپنی تفسیر میں واقعات کے ذیل میں عبرت و موعظت کے جو پہلو بیان کیے ہیں وہ درج ذیل ہے۔ حضرت ایوبؑ کے اس واقعہ میں عبرت و موعظت کی کئی باتیں جمع ہیں۔

اول: یہ کہ اللہ کی نعمتوں کو پا کر اللہ کا شکر ادا کرنا آسان ہے، لیکن تکلیف میں رہتے ہوئے زبان پر کوئی حرف شکایت نہ آئے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے یہ بہت مشکل ہے، اللہ کے نیک بندے ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور صبر سے کام لیتے ہیں۔ دوسرے: اگر کوئی شخص کسی ایسی مصیبت میں مبتلا ہے اور پریشان ہو کر اللہ تعالیٰ سے اس کے دور ہونے کی دعا کرے، تو یہ بے صبری نہیں، بے صبری یہ ہے کہ دعا کی بجائے اللہ سے شکوہ کرئے۔ نیک اور صالح بیوی ہر حال (یعنی تنگی اور خوشحالی) میں اپنے شوہر کی وفادار بن کر رہے۔ چوتھے: ایک مسلمان کو ذاتی رنج پر غصہ نہیں آنا چاہیے لیکن دین کی حکم عدولی پر غصہ آنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت ایوب علیہ اسلام اپنی بیوی سے ناراض ہوئے۔

حدیث و قرآن کے درمیان تطبیق:

حدیث نبوی قرآن مجید کی تفسیر و تشریح ہے، اس لئے دونوں میں کوئی تعارض نہیں، لیکن بے عقل لوگوں کو بعض مقامات پر تعارض نظر آتا ہے، مثلاً سورۃ توبہ کی آیت: ۱۲ میں یہ حکم ہے کہ دین میں طعن کرنے والوں سے قتال کرو، یہ آیت اس حدیث سے ٹکراتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو نجران سے مباحثہ کیا اور بنو نجران نے اسلام پر اعترضات بھی کئے: لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے قتال نہیں کیا۔(۲)

مولانا رحمانی دونوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"دین میں طعن کرنا" سے مراد اسلام میں اہانت آمیز اعتراض کرنا ہے ،اگر اسلام کے کسی حکم پر سنجیدہ عقلی تنقید ہو اور یہ تنقید مہذب الفاظ میں ہو تو اس سے قتل کا حکم متعلق نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا بنو نجران سے

---

(۱) الاعراف:۱۷۶

(۲) قاسمی، مولانا احمد نور، آسان تفسیر قرآن مجید، مشمولہ: بحث و نظر، سہ ماہی، شمارہ نمبر ۹-۱۰، (مدیر: خالد سیف اللہ رحمانی)، حیدرآباد: جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۷ء

مباحثہ ہوا، انھوں نے اسلام پر اعتراضات بھی کئے اور آپ نے ان کو مطمئن کرنے کی کوشش کی"(۱)

آسان تفسیر قرآن مجید کے تفسیری اصول

اصول اور تفسیر دونوں عربی الفاظ ہیں، اصول اصل کی جمع ہے لغت میں اصول سے مراد قواعد وضوابط ہیں۔ لسان العرب میں اصول کا لفظ درج ذیل ہے۔

"لأَصْلُ: أَسفل كُلِّ شَيْءٍ وَجَمْعُهُ أُصُول لَا يُكَسَّر عَلَى غَيْرِ ذلك، وَهُوَ اليأْصُول"(۲)

(اصطلاحی طور پر اُصول سے مراد وہ اُصول ومبادی جن سے احکام نکالے جاتے ہیں)

التعریفات میں ہے۔

"الأصل: ما يثبت حكمه بنفسه ويبنى على غيره"(۳)

(اصل وہ ہے جو خود بنفسہ قائم ہو اور دوسری چیزوں کی بناء اس پر ہو)

عربی زبان میں لفظ فسر کھولنے، بیان کرنے اور واضح کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں۔

"الفَسْرُ: كَشْفُ المُغَطّى، والتَّفْسير كَشف المُراد عَنِ اللَّفْظ المُشْكل"(۴)

(فسر کے معنی ہیں ڈھانپی ہوئی چیز کو کھولنا اور تفسیر کے معنی مشکل الفاظ کی مراد سے پردہ اٹھانا)

امام زرکشی اصطلاحی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"التَّفْسِيرُ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ فَهْمُ كِتَابِ اللَّهِ الْمُنَزَّلِ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيَانُ مَعَانِيهِ وَاسْتِخْرَاجُ أَحْكَامِهِ

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۴۶۶

(۲) ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، ۱۱/ ۱۶

(۳) الجرجانی، علی بن محمد بن محمد، معجم التعریفات، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ، ۲۸

(۴) ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، ۵/ ۵۵

وَحِكَمِهِ"(۱)

(تفسیر وہ علم ہے جس کی مدد سے نبی کریم ﷺ پر نازل شدہ کتاب کے معانی سمجھے جاتے اور اس کے احکام و مسائل اور اسرار و حکم سے بحث کی جاتی ہے)

مناھل العرفان میں تفسیر کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"التفسير في الاصطلاح علم يبحث فيه عن القرآن الكريم من حيث دلالته على مراد الله بقدر الطاقة البشرية"(۲)

(اصطلاح میں تفسیر سے مراد: تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں بشری استطاعت کی حد تک قرآن کریم سے مراد باری تعالیٰ معلوم کرنے کی جستجو کی جاتی ہے)

اصول تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن کے معانی و مطالب کی تشریح کے طریقوں سے بحث کی جاتی ہے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک مفسر کو قرآن حکیم کی تشریح کرتے ہوئے جن اصول و قواعد کا پابند رہنا پڑتا ہے ان قواعد کا نام اصول تفسیر ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا رحمانی نے اصول تفسیر کا لحاظ رکھا ہے اور اسلاف کے اصولوں پر چلتے ہوئے تفسیری اُصول کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کی ہے مولانا نے اپنی تفسیر کے اندر جن اُصولوں کو مد نظر رکھا ہے وہ درج ذیل ہے۔

(۱) تفسیر القرآن بالقرآن (۲) تفسیر القرآن بالحدیث (۳) تفسیر القرآن باقوال الصحابہؓ (۴) اقوال تابعین (۵) شان نزول کا بیان

تفسیر القرآن بالقرآن:

تفسیر القرآن بالقرآن کو بہت اہمیت دی گئی ہیں۔اسے تفسیر کا قدیم ترین اور صحیح ترین مآخذ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم تفسیر قرآن کا پہلا مآخذ اور مصدر ہے۔

علامہ زرکشی لکھتے ہیں۔

"أَحْسَنُ طَرِيقِ التَّفْسِيرِ أَنْ يُفَسَّرَ الْقُرْآنُ بِالْقُرْآنِ"(۳)

(تفسیر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر کی جائے)

---

(۱) الزرکشی، محمد بن بہادر، البرھان فی علوم القرآن، بیروت: داراحیاء الکتب، طبع اول، ۱۳۷۶ھ، ۱/۱۳

(۲) الزرقانی، محمد عبد العظیم، مناھل العرفان فی علوم القرآن، عیسی البابی الحلبی وشرکاہ، طبع سوم، ۲/۱۳۳

(۳) الزرکشی، محمد بن بہادر، البرھان فی علوم القرآن، ۲/۱۷۵

تفسیر القرآن بالقرآن کے بارے میں ڈاکٹر محمد حسین الذھبی فرماتے ہیں۔

"تفسیر القرآن بالقرآن، وهو ما كان يرجع إليه الصحابة فی تعرف بعض معانی القرآن"(۱)

(تفسیر القرآن بالقرآن وہ اصول ہے جسے صحابہ کرام بعض معانی قرآن سے واقفیت کے لئے اختیار کرتے تھے)

علامہ سیوطی رقم طراز ہیں۔

"ان التفسير يطلب أولامن القرآن"(۲)

(یعنی سب سے پہلے قرآن کو قرآن سے سمجھنے کی کوشش کی جائے)

مفسر اپنی تفسیر (آسان تفسیر قرآن مجید) میں قرآنی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے بعض مقامات میں قرآن ہی سے استدلال کرتے ہیں۔ کیوں کہ تفسیر القرآن بالقرآن تمام طریقوں سے بہتر اور علمیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے، قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں کہ وہ ایک موقع پر مختصر ہیں تو دوسری جگہ مفصل، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ"(۳)

(ان لوگوں کے راستے پر جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے)

کون لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا اس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ النساء میں آیا ہے کہ وہ چار لوگ ہیں۔

"النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ"(۴)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ"(۵)

(پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے)

اس آیت میں حضرت آدمؑ نے کون سے کلمات سیکھے اس کا ذکر موجود نہیں، اس کی وضاحت دوسری آیت میں ہے۔

---

(۱) الذھبی، محمد حسین، علامہ، التفسیر والمفسرون، قاھرہ: مکتبہ وھبہ، ۱/۳۳

(۲) السیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، التحبیر فی علم التفسیر، بیروت: دار الفکر، ۱۴۲۱ھ،

(۳) الفاتحہ:۷

(۴) النساء:۶۹

(۵) البقرہ:۳۷

"حضرت آدمؑ کو توبہ کے کلمات سکھائے اس سے وہ دعا مراد ہے جس کا ذکر "الاعراف "(۲۳) میں ہے "

"قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ"(۱)

(آدم اور اس کی بیوی نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہم نے تو اپنے آپ پر بڑی زیادتی کر لی ہے، اگر آپ نے ہم پر رحم نہیں فرمایا، تو ہم یقیناً بڑے نقصان میں پڑ جائیں گے)

تفسیر القرآن بالحدیث:

قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کا دوسرا معتمد ذریعہ حدیث رسول ﷺ ہے۔ قرآن و حدیث میں ایک نہایت گہرا تعلق ہے صحابہؓ تفسیر قرآن کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی طرف رجوع کیا کرتے جب کسی آیت کا معنی و مفہوم ان کی سمجھ میں نہ آتا تو نبی کریم ﷺ سے اس کا مطلب دریافت کرتے اور آپ ﷺ اس پر روشنی ڈالتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"(۲)

(ہم نے آپ کی طرف قرآن اس لئے اُتارا ہے کہ آپ لوگوں پر ان ہدایات کو اچھی طرح واضح کر دیں جو ان کی طرف بھیجی گئی ہیں)

اسی طریقے کو اپناتے ہوئے مولانا صاحب نے مختلف مقامات پر قرآنی آیات کی تفسیر حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں کی ہے، اور متعلقہ آیت کا معنی واضح کرنے کی کوشش کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ"(۳)

(ہم نے آپ کو بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں اور قرآن عظیم عطا کیا ہے)

آیت کے الفاظ سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ سات آیتیں کونسی ہیں اس کی وضاحت احادیث نبوی ﷺ سے ہوتی ہے۔ مولانا رحمانی آیت کی تفسیر میں احادیث مبارکہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

"قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي الَّتِي أُوتِيتُ،

---

(۱) الاعراف: ۲۳

(۲) النحل: ۴۴

(۳) الحجر: ۸۷

وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ"(۱)

"الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أُمُّ الْقُرْآنِ، وَأُمُّ الْكِتَابِ، وَالسَّبْعُ الْمَثَانِي"(۲)

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ"(۳)

(جن لوگوں نے نیک عمل کیے ان کے لئے بھلائی اور مزید فضل خداوندی ہے)

مزید فضل خداوندی سے کیا مراد ہے؟ اس کا تعین لفظ کے لغوی معنی سے نہیں ہو سکتا لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے دیدار الٰہی مراد ہے جو اہل ایمان کو جنت میں نصیب ہو گا۔ مولانا رحمانی اس آیت کے ذیل میں احادیث مبارکہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

"عَنْ صُهَيْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، قَالَ: يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ، وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: {لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ}"(۴)

(حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ جب اہل جنت، جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا: کیا تم کوئی اور نعمت بھی چاہتے ہو جو میں عطا کروں؟ اہل جنت عرض کریں گے: آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات عطا فرمائی، جنت میں داخل فرمایا، ہمارے چہروں کے رنگ بھی گورے ہو گئے، یعنی جس نعمت کا دنیا میں اپنی خواہش کے مطابق ملنا ممکن نہیں تھا، وہ نعمت بھی مل گئی، اس کے بعد مزید کیا نعمت چاہیے؟ اب اللہ تعالیٰ اپنے رخ مبارک سے حجاب اٹھائیں گے، جب لوگ اپنی آنکھوں سے اللہ کا دیدار

---

(۱) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب فاتحہ الکتاب، رقم الحدیث:۱۴۵۸

(۲) ایضاً: رقم الحدیث:۱۴۵۷

(۳) یونس:۲۶

(۴) النیشاپوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رویۃ المومنین، بیروت: دار حیاء الترث العربی، رقم الحدیث:۲۸۷

کریں گے تو اب تک جو نعمت ملی تھی اس کے مقابلے میں ہیچ محسوس ہو گی وہ کہیں گے :اس سے زیادہ نظر کو بھانے اور آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والی چیز دیکھی ہی نہیں پھر رسول ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔" لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ"یعنی زیادہ سے مراد دیدار الہی ہے۔)

تفسیر القرآن باقوال الصحابہؓ:

تفسیر قرآن کا تیسرا اصول اقوال صحابہؓ ہیں۔نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ قرآن مجید کے ظاہری احکام و مسائل کو سب سے زیادہ سمجھتے تھے۔صحابہؓ کی تفسیر نبی کریم ﷺ کی تفسیر سے قریب اور انتہائی قابل اعتماد ہے کیوں کہ انہوں نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے قرآن سیکھا۔امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

"إذا لم نجد التفسير في القرآن ولا في السنة رجعنا في ذلك إلى أقوال الصحابة، فإنهم أدرى بذلك لما شاهدوه من القرآن، والأحوال التي اختصوا بها، ولما لهم من الفهم التام، والعلم الصحيح، والعمل الصالح"(۱)

(جب ہمیں کسی آیت کی تفسیر قرآن اور سنت میں نہ ملے تو ہم صحابہؓ کے اقوال کی طرف رجوع کریں گے ۔کیوں کہ مخصوص قرائن وحالات کے مشاہدے کی وجہ سے وہ مطالب قرآن سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ان حضرات کو نہ صرف اس کا مکمل علم تھا۔بلکہ وہ اس پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے)

مولانا رحمانی نے اپنی تفسیر میں حسب ضرورت کئی جگہ صحابہؓ کے اقوال ذکر کیے ہیں۔قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ"(۲)

(اللہ بُری بات کے زور سے کہنے کو پسند نہیں کرتے سوائے اس شخص کے جس پر ظلم ہوا ہو)

اس آیت کی وضاحت میں مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

---

(۱) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مقدمہ فی اصول التفسیر، بیروت: دار مکتبہ الحیاۃ، ۱/ ۴۰

(۲) النساء:۱۴۸

"حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے بُری بات کہنے سے بد دعا مراد لی ہے، یعنی کسی مسلمان کے لئے بد دُعا جائز نہیں، البتہ مظلوم ظالم کے خلاف بد دعا کر سکتا ہے"(۱)

اقوال تابعین:

صحابہ کرامؓ کے بعد تفسیری اصول کا چوتھا مآخذ اقوال تابعین ہیں، تابعین صحابہ کرامؓ کے تلامذہ تھے۔ البتہ فہم قرآن میں تابعین کے اقوال سے استفادہ کرنا بڑی افادیت رکھتا ہے، اور اسی افادیت اور اہمیت کی وجہ سے مفسرین آیات کی تفہیم و تفسیر میں صحابہؓ کے اقوال کے علاوہ تابعین کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں، اسی اصول کو اپناتے ہوئے مولانا رحمانی نے اپنی تفسیر میں تابعین کے اقوال نقل کیے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

"إذا لم تجد التفسير في القرآن ولا في السنة، ولا وجدته عن الصحابة، فقد رجع كثير من الأئمة في ذلك إلى أقوال التابعين"(۲)

(اور جب تفسیر نہ قرآن میں ملے نہ سنت میں نہ اقوال صحابہؓ میں تو ایسی صورت میں بہت سے اقوال تابعین کی طرف رجوع کرتے ہیں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ"(۳)

(اور رات کی ان چیزوں کی قسم جن کو وہ سمیٹ لیتی ہے)

"حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا: اس میں وہ عبادتیں بھی شامل ہیں، جو رات کے وقت ادا کی جاتی ہیں جیسے نماز تہجد اور استغفار"

شان نزول کا بیان:

سبب نزول سے مراد حالات واقعات ہیں۔ جن کے پس منظر میں قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوئی، "آسان تفسیر قرآن مجید" میں بعض مقامات پر آیتوں کے نزول کا سبب بھی بتایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۴۳

(۲) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مقدمہ فی اصول التفسیر، ۱/۴۴

(۳) الانشقاق:۱۷

"الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً"(۱)
(جولوگ اپنے مال دن ورات چھپا کر بھی اور اعلانیہ بھی خرچ کرتے ہیں)
"بعض روایات سے معلوم ہوا کہ یہ آیت حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، یا حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے بارے میں نازل ہوئی" (۲)

ارشاد ربانی ہے۔

"أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ"(۳)
(کیاان کے دلوں میں بیماری ہے، یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں، یا انھیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ناانصافی کریں گے؟ بلکہ (حقیقت یہ کہ) یہی لوگ ظلم وناانصافی کرنے والے ہیں)
"بشر نامی منافق کی ایک یہودی سے کسی زمین کے بارے میں لڑائی تھی ،یہودی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرائیں گے لیکن اس نے انکار کیا اور کہا کہ کعب بن اشرف کو حکم بنائیں گے ، کیوں کہ بشر کو اندازہ تھا کہ اس کا دعوی غلط ہے اسی واقعہ کے پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی۔"(۴)

قرآن کے صحیح فہم کے لئے صرف ترجمہ دیکھ لینے سے مقصد حاصل نہیں ہوتا اس کے لئے خاص خاص آداب وشرائط ہیں جنہیں اُصول تفسیر یا مبادی تفسیر کہا جاتا ہے، جب تک ان اصول وقواعد کا علم نہ ہو فہم قرآن کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا اور اس کا دعوی نہیں کیا جا سکتا، قرآن مجید کی تفسیر کے لئے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے ذہنوں میں کچھ اصول وقواعد راسخ تھے جن کی مدد سے تفسیری مسائل کی گتھیاں سلجھائی جاتی تھیں۔

جو اصول ان ادوار کے تفسیری ذخیرہ سے اخذ کیے جاسکتے ہیں ان میں تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالحدیث، تفسیر القرآن باقوال صحابہؓ، اور تفسیر القرآن باللغہ ہیں متقدمین مفسرین نے اپنی تفسیر کے مقدمات میں ان اُصول تفسیر کا ذکر کیا ہے۔ مولانا رحمانی نے ان ہی اُصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید کی تفسیر کی ہے۔

---

(۱) البقرہ:۲۷۴
(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید،۱/۱۱۷
(۳) النور:۵۰
(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید،۲/۴۰۶

فصل سوم: آسان تفسیر قرآن مجید کی خصوصیات

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اپنی تفسیر کا نام "آسان تفسیر قرآن مجید" رکھا جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ مفسر نے اپنی تفسیر میں قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں قرآن کریم کی تفسیر کی ہے۔ آپ نے یہ تفسیر اُردو زبان میں قلم بند کی۔ تفسیر کی زبان رواں اور اُسلوب بہت سہل ہے تاکہ قرآن مجید کو ایک عام قاری بڑی آسانی سے سمجھ سکے۔ مولانا رحمانی نے ہر سورت کی ابتداء میں اس کا اجمالی تعارف پیش کیا ہے۔ مصادر اصلیہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ترجمہ پڑھنے کے دوران قرآن کریم کے طالب علم کو جہاں جہاں آیت کا مفہوم سمجھنے دشواری پیش آسکتی تھی، وہاں مستند علمی تشریحات کے ذریعے اس کی تشنگی دور کی گئی۔ تفسیری حاشیہ مختصر لیکن نہایت ہی جامعیت کا حامل ہے۔ بامحاورہ ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ آیت کو سمجھنے میں مشکل نہ ہو۔ فقہی مسائل کا استنباط کیا گیا اور مسائل فقہی حنفی کے مطابق لکھے گئے ہیں۔

سورتوں کی وجہ تسمیہ اور فضائل:

"آسان تفسیر قرآن مجید" کا ایک وصف یہ ہے کہ ہر سورت کی ابتداء میں اس کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے جس میں اس کی وجہ تسمیہ، فضائل اور مختصر مضامین کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، وَإِنَّ البَيْتَ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ البَقَرَةُ لَا يَدْخُلُهُ الشَّيْطَانُ"(۱)

(حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنالو، شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جائے)

جامعیت:

مولانا رحمانی کی تفسیر مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے موضوع کے لحاظ سے جامع بھی ہے اور یہ جامعیت اس تفسیر کے حسن کو دوبالا کرتی ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لکھنے والے تحریر کو مختصر کرتے ہیں اور اس اختصار سے بعض اوقات اصل مقصد پر روشنی نہیں پڑتی لیکن ایک اچھے مصنف کی خصوصیات ہوتی ہے کہ وہ اپنی تحریر کو مختصر

(۱) الترمذی، محمد بن عیسی، امام، سنن ترمذی، باب فضائل قرآن، بیروت: دار العرب الاسلامی، رقم الحدیث: ۲۸۷۷

اور جامع انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچائے "آسان تفسیر قرآن مجید" اس معیار پر پورا اُترتی ہے۔

عربی گرائمر کالحاظ:

تفسیر میں اس بات کا پورالحاظ رکھا گیا ہے کہ آیات کی تفسیر عربی گرائمر کے دائرے سے باہر نہ جائے اور مختلف مواقع پر گرامر کے اعتبار سے آیتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

دھان کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا رحمانی فرماتے ہیں۔

"عربی گرامر کے لحاظ دھان دھن کی جمع ہے جس کے معنی تیل کے ہیں کہ جب تیل کڑکا یا جاتا ہے اوراس کا تلچھٹ جلتے جلتے سرخ ہو جاتا ہے اسی طرح آسمان سرخ ہو جائے گا۔"(۱)

کتب مستفاد کے حوالہ جات:

مولانا رحمانی نے تفسیر میں جن جن مآخذ و مصادر سے استفادہ کیا ہے ان کے حوالے بھی درج کیے ہیں۔ تفسیر کا مطالعہ کرتے وقت مصنف کا یہ اُسلوب ہر جگہ عیاں ہے۔ کبھی بخاری کا حوالہ ہے تو کبھی تفسیر قرطبی کا، تو کبھی ابن کثیر کا، لیکن تفاسیر میں سب سے زیادہ استفادہ تفسیر قرطبی سے کیا گیا ہے۔

مثالوں سے وضاحت:

کسی بھی بات کو سمجھانے، ذہن نشین کرانے، مشکل بات کو آسان الفاظ میں سلجھانے کا ایک بہترین طریقہ مثالوں سے وضاحت ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں مثالوں کے ذریعے تفہیم کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ "آسان تفسیر قرآن مجید" کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ بات سمجھانے کے لیے مثالوں سے وضاحت کی ہے۔ مثلاً خبیث اور طیب کے برابر نہ ہونے کا مطلب سمجھاتے ہوئے مولانا رحمانی رقمطراز ہیں۔

"ہیرے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا پتھر کی ایک چٹان سے بھی زیادہ قیمتی ہوتا ہے، صرف کثرت اور قلت سے ان کی قیمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا"(۲)

مسنون دعاؤں کا تذکرہ:

"آسان تفسیر قرآن مجید" میں تفسیر کرتے وقت حسب ضرورت مسنون دعاؤں کا تذکرہ کیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو دعا یاد کرنے میں آسانی رہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/ ۳۷۳

(۲) ایضاً: ۱/ ۳۰۲

مثالیں:

”جیسے کھانے سے پہلے ”بسم اللہ وعلیٰ برکۃ اللہ“ سونے سے پہلے ”اللّٰھم باسمک اموت واحیا“ اور جانور ذبح کرتے ہوئے ”بسم اللہ، اللہ اکبر، اور جن مواقع پر آپ ﷺ سے کوئی ذکر منقول نہ ہوان کو ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ سے شروع کرنا چاہیے“(۱)

اور دوسری جگہ ہے۔

”کہ جب آدمی نیند سے بیدار ہو، اس وقت تسبیح پڑھے، حضرت عبادہؓ سے نے رسول ﷺ سے اس موقع کے لیے یہ دعا نقل کی ہے: لا الٰہ الّا اللہ وحدہ لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر، والحمد اللہ وسبحان اللہ، واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ“(۲)

(ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لئے تعریفیں ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کی ذات پاک ہے، اللہ سب سے بڑے ہیں، طاقت اور سہارا اللہ ہی سے ہے)

باطل اور گمراہ فرق ومذاہب کا رد:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنی تفسیر میں باطل وگمراہ فرقوں کی تردید کی ہے۔

عیسائیت کا رد:

عیسائی مذہب اس کی اصل تعلیمات جنہیں لے کر حضرت عیسیٰ علیہ اسلام مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں بھی بنیادی چیز توحید اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی رسالت اور بعث بعد الموت تھی، اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے یہ بھی بتلایا تھا کہ میرے بعد ایک نبی ﷺ آنے والے ہیں۔ جو آخری نبی ہو گا اور اس کی نبوت عالم گیر ہو گی، اس نبی کے آنے کے بعد انہیں کی اتباع ضروری ہو گی۔ لیکن آج کل جو عیسائیت موجود ہے یہ تحریف شدہ عیسائیت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے لائے ہوئے عیسائیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۴

(۲) ایضاً: ۳/۳۴۶

آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد بہت سے خود ساختہ عقائد اس میں شامل کر لیے گئے ہیں۔ مثلاً اس میں حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو بندہ ورسول کی بجائے اللہ اوراللہ کا بیٹا بنا لیا گیا ہے اور جب اس پر یہ اشکال ہوا کہ جب وہ اللہ اوراللہ کا بیٹا ہے تو صلیب پر چڑھ کر لعنت کی موت کیوں مرا؟ جیسا کہ آج کی عیسائیت کہتی ہے تو اس سوال کے حل کے لیے کفارہ کا عقیدہ تصنیف کر لیا گیا۔

مولانا رحمانی نے اپنی تفسیر میں مختلف مواقع پر اس مذہب کے بطلان کو واضح کیا ہے۔ چنانچہ عیسائیوں کے مشہور ”عقیدہ کفارہ“ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ”حضرت یوسف علیہ اسلام نے بنیامین کے بجائے کسی اور بھائی کو روکنا قبول نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کی شریعت کا قانون بھی یہی تھا۔ کہ ایک شخص کے جرم کی سزا دوسرے کو نہیں دی جا سکتی، بخلاف عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کے کہ ان کے عقیدہ کفارہ کے مطابق غلطی حضرت آدم علیہ اسلام نے کی اور کفارہ میں عیسیٰ مسیح علیہ اسلام کو سولی دے دی گئی“(۱)

یہودیوں کے باطل خیالات کارد:

مولانا رحمانی نے اپنی تفسیر میں یہودیوں کے باطل خیالات کی تردید کی ہے، یہودیوں کا خیال ہے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سب سے افضل مخلوق ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری افضلیت کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

”وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ“ (۲)

(ان کو دنیا جہان کے لوگوں پر فضیلت دی تھی)

مولانا نے اس آیت کی تفسیر اس انداز میں کی ہے کہ یہودیوں کے باطل خیالات کی تردید ہو جاتی ہے مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

> ”کیوں کہ اللہ نے ان کے اندر انبیاء پیدا فرمائے اور ہر دور میں وہی قوم فضیلت وبرتری کی حامل ہوتی ہے جس کو تعلیمات نبوی سے نوازا گیا ہو جیسے

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/ ۱۱۷

(۲) الجاثیہ: ۱۶

اس دور میں اُمت محمد یہ"(۱)

قادیانیت کارد:

مولانا رحمانی نے اپنی تفسیر میں قادیانیوں کے دلائل کا رد کیا ہے اور متعدد آیات کی روشنی میں ختم نبوت پر استدلال بھی کیا ہے۔ مثلاً قادیانی سورۃ النساء کی آیت:

"وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ"(۲)

(اور جو اللہ اور رسول کی فرمانبر داری کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا، جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی: انبیاء، صدیقین، شہید ہونے والے اور نیک کام کرنے والے، اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں)

سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبیوں کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا اسی لیے تو کہا جارہا ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت اور فرمانبر داری کرنے والے نبیوں کے ساتھ ہو گے۔(۳)

مولانا صاحب اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہے۔

"آیت اور روایت دونوں سے واضح ہے کہ اس رفاقت کا تعلق آخرت سے ہے نہ کہ دنیا سے، مگر افسوس کہ قادیانی حضرات اس آیت سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ انبیاء کی رفاقت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ کے بعد بھی (نعوذ باللہ) نبی آسکتے ہیں، جب ہی تو نبی کی رفاقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ آیت میں آخرت کی رفاقت مراد ہے نہ کہ دنیا کی، اگر دنیا کی رفاقت مراد ہوتی تو کوئی زمانہ نبی کی رفاقت سے خالی نہ ہونا چاہیے تھا اور ہر زمانہ میں نبیوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے تھی۔ کیوں کہ نبیین عربی قواعد کے لحاظ سے جمع کا صیغہ ہے"(۴)

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/۲۶۳

(۲) النساء:۶۹

(۳) قاسمی، احمد نور، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱۸

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۱۸

فتنہ انکار حدیث پر تنقید:

انکار حدیث کے فتنہ نے دوسری صدی میں اس وقت جنم لیا، جب غیر اسلامی افکار سے متاثر لوگوں نے اسلامی معاشرہ میں قدم رکھا۔ اس وقت فتنہ انکار حدیث کے دو فریق سامنے آئے وہ خوارج اور معتزلہ تھے۔ خوارج جو اپنے غالی افکار و نظریات کو اہل اسلام میں پھیلانے کا عزم کیے ہوئے تھے۔ حدیث نبوی کو اپنے راستے کا پتھر سمجھتے ہوئے اس سے فرار کی راہ تلاش کرتے تھے۔ دوسرے معتزلہ تھے جو اسلامی مسلمات رد و قبول کے لیے اپنی ناقص عقل کو ایک معیار اور کسوٹی سمجھ بیٹھے تھے۔ لہذا انکار حد رجم، انکار عذاب قبر، انکار سحر جیسے عقائد و نظریات اس عقل پرستی کا ہی نتیجہ ہیں جو انکار حدیث کا سبب بنتی ہے۔

اس تفسیر میں فتنہ انکار حدیث کی تردید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى"(۱)

(قسم ہے ستارے کی جب ڈوبنے لگے! تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) نہ بھٹک گئے ہیں اور نہ بہک گئے ہیں، نہ اپنی نفسانی خواہش سے بات کرتے ہیں،)

اسی طرح سورۃ الانعام میں ہے۔

"إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ"(۲)

(میں تو صرف اُن احکام کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف اُتارے جاتے ہیں)

"معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وحی کے حکم میں ہے قرآن مجید جس کے الفاظ بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں وحی متلو ہے، یعنی ایسی وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور حدیث نبوی جس کے معانی اللہ کی طرف سے ہیں اور الفاظ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وحی غیر متلو ہے، جس کی تلاوت نہیں کی جاتی لیکن وہ بھی حجت ہے"(۳)

"آسان تفسیر قرآن مجید" تعلیمی اور تدریسی ضروریات کو پورا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، فکری و فقہی مباحث میں اعتدال اور میانہ روی کو ملحوظ رکھا گیا ہے، مفسر نے اپنی تفسیر میں باطل اور گمراہ فرقوں اور مذاہب

---

(۱) النجم: ۳،۲،۱

(۲) الانعام: ۵۰

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۳۲۶

کاردکیاہے آپ کی تحریر و تقریر کا مقصد دوسروں کو سادہ انداز میں بات سمجھانا ہے۔

فصل چہارم: ”آسان تفسیر قرآن مجید“ کے مآخذ و مصادر

”آسان تفسیر قرآن مجید“ میں مفسر نے کتب تفسیر کے ساتھ ساتھ کتب فقہ، کتب سیرت، کتب حدیث و شروحات کی مستند کتب سے استفادہ کیا ہے۔ ایک طرف تفسیر کی قدیم ترین کتابیں، تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر بغوی، احکام القرآن ابو بکر جصاصؒ سے زیادہ استفادہ کیا ہے تو دوسری طرف جدید اور مستند تفاسیر جیسے تفسیر مظہری، روح المعانی اور دیگر کتب تفسیر کو مآخذ کے طور پر لیا ہے جو کہ متقدمین کی جملہ تفسیری روایات اور رجحانات کا نچوڑ بھی ہیں۔ مسائل فقہ میں کتب فقہ کے قدیم ترین مآخذ و مصادر کو پیش نظر رکھا گیا ہے جیسے ردالمحتار علی الدرالمختار، الفتاویٰ الھندیہ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، تحفۃ الفقہاء، فتاوٰی التاتارخانیہ اور دیگر کتب فقہ، کتب حدیث میں صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں مصنف عبد الرزاق، سنن کبریٰ للبیہقی، مسند اَبی یعلی، الجامع الصغیر للسیوطی اور دیگر کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کتب تاریخ و سیرت میں قدیم ماخذ سیرت ابن ہشام، زاد المعاد، فتوح البلدان، الطبقات الکبریٰ مصادر میں شامل ہیں ”آسان تفسیر قرآن مجید“ کے ماخذ و مصادر درج ذیل ہیں۔

کتب تفسیر:

- تفسیر آیات الاحکام (محمد علی السایس)
- الجامع لاحکام القرآن، المعروف بہ تفسیر قرطبی (ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر شمس الدین القرطبی)
- احکام القرآن، (محمد بن عبد اللہ، ابو بکر بن العربی)
- احکام القرآن (احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص)
- جامع البیان عن تاویل القرآن آی القرآن (محمد بن جریر بن یزید، ابو جعفر الطبری)
- تفسیر القرآن العظیم (ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر)
- معالم التنزیل فی تفسیر القرآن (ابو محمد حسین بن مسعود البغوی الشافعی)
- الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین السیوطی)
- مفاتح الغیب اَو التفسیر الکبیر (ابو عبد اللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی)
- مدارک التنزیل و حقائق التاویل، (ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی)

- لباب التاویل فی معانی التنزیل(علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم، المعروف بالخازن)
- روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم(شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی الآلوسی)
- انوار التنزیل واسرار التاویل(ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر البیضاوی)
- البحر المحیط فی التفسیر(ابو حیان محمد بن یوسف اثیر الدین الاندلسی)
- التفسیر المنیر فی العقیدہ والشریعۃ والمنہج(وھبہ بن مصطفی الزحیلی)
- فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر(علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی)
- الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل(جار اللہ محمود بن عمر بن محمد الزمخشری)
- تفسیر مظہری(محمد ثناء اللہ مظہری)
- تفسیر ماجدی(مولانا عبد الماجد دریابادی)
- بیان القرآن(مولانا اشرف علی تھانوی)

کتب فقہ و فتاویٰ:

- رد المحتار علی الدر المختار(ابن عابد بن محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین)
- بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع(علامہ علاؤالدین ابو بکر بن مسعود احمد کاسانی)
- تحفۃ الفقہاء(محمد بن احمد بن ابی احمد علاء الدین سمرقندی)
- الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی(علی بن ابی بکر المرغینانی ابو الحسن برھان الدین)
- العنایۃ شرح الھدایۃ(محمد بن محمد محمود اکمل الدین جمال الدین البابرتی)
- البحر الرائق شرح کنز الدقائق(زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم)
- بدایۃ المجتہد ونھایۃ المقتصد(ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبی)
- الفتاویٰ الھندیۃ المعروف فتاوی عالمگیری(زیر اہتمام: اورنگ زیب عالمگیر)
- الفتاویٰ التاتار خانیہ(علامہ عالم بن علاء انصاری دہلویؒ)
- المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی(برھان الدین محمود بن احمد بن عبد العزیز بخاری)

- الفقہ الاسلامی وأدلتہ (ڈاکٹر وہبہ زحیلی)
- کفایت المفتی (حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی)
- حجۃ اللہ البالغہ (شاہ ولی اللہ)
- المغنی (عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی)
- الشرح الکبیر علی متن المقنع (عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی)

کتب احادیث وشروحات:

- الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ سنتہ وایامہ (محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ بخاری)
- صحیح مسلم (مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری)
- سنن ابی داؤد (ابو داؤد سلیمان بن الاشعث)
- سنن ترمذی (محمد بن عیسیٰ ترمذی)
- سنن نسائی (ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی)
- سنن ابن ماجہ (ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید)
- مُصَنَّف عبد الرزاق (ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن الصنائی)
- مُصَنَّف ابن ابی شیبہ (ابو بکر بن ابی شیبہ)
- مسند الامام احمد بن حنبل (ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل)
- مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار (ابو بکر احمد بن عمر بن احمد بن عبد الخالق)
- سنن الدار قطنی (ابو الحسن علی بن عمر بن احمد البغدادی الدار قطنی)
- المستدرک علی الصحیحین (ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ النیشاپوری المعروف بابن البیع)
- السنن الکبریٰ (احمد بن الحسین بن علی ابو بکر البیہقی)
- شعب الایمان (احمد بن الحسین بن علی ابو بکر البیہقی)
- مسند أبی یعلی (ابو یعلی احمد بن علی المرصلی)

- المعجم الکبیر (سلیمان بن احمد بن ایوب ابو القاسم الطبرانی)
- المجموع شرح المذہب (ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف النووی)
- کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال (علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین)
- مجمع الزوائد و منبع الفوائد (علی بن ابی بکر بن سلیمان الھیثمی)

کتب تاریخ وسیرت:

- السیرۃ النبویۃ (ابو محمد ابو الملک بن ہشام)
- زاد المعاد فی ھدی خیر العباد (حافظ محمد ابن قیم الجوزی)
- فتوح البلدان (ابو الحسن احمد بن یحیٰی بن جابر بن داؤد البلاذری)
- الطبقات الکبریٰ (ابو عبد اللہ محمد بن سعد المعروف با بن سعد)
- البدایۃ والنھایۃ (ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر)

مولانا رحمانی نے حوالہ دیتے وقت مروجہ تحقیق کے اصول وضوابط کو مد نظر نہیں رکھا بلکہ قدیم طریقہ کار اپنایا ہے یعنی جہاں بات ختم ہوئی اسی جگہ پر اس کا حوالہ دے دیتے ہیں مثلاً کتاب کا نام جلد نمبر اور صفحہ نمبر، حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کتاب کا نام، باب کا نام، حدیث نمبر بھی لکھتے ہیں۔

باب دوم: آسان تفسیر قرآن مجید میں عبادات سے متعلق فقہی مباحث

فصل اول:

آسان تفسیر قرآن مجید کی فقہی حثیت

فقہ کا معنی و مفہوم:

فقہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز کو جاننے اور سمجھنے کے ہیں۔ فقہ کی لغوی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

"هو في اللغة عبارة عن فهم غرض المتكلم من كلامه"(۱)

(لغت میں فقہ کا مطلب متکلم کی کلام کی غرض وغایت سمجھنا)

فقہ وہ علم ہے جس کے ذریعے شرعی مسائل کو جانا اور سمجھا جاتا ہے۔

فقہ کی مختلف تعریفیں اصول کی کتابوں میں ملتی ہیں ان میں سب سے زیادہ عمیق اور مختصر تعریف درج ذیل ہے۔

"الْعِلْمُ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ مِنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيلِيَّةِ"(۲)

(اصطلاح میں فقہ احکام شرعیہ عملیہ کے جاننے کا نام ہے جو اس کے ادلہ تفصیلیہ سے حاصل کیا گیا ہو۔)

علم فقہ میں صرف ان مسائل پر بحث کی جاتی ہے جو محض بندوں کے افعال سے تعلق رکھتے ہوں جیسے نماز ،روزہ، نکاح ،طلاق ،خرید و فروخت اور جنایات وغیرہ۔اس علم میں صرف ایسے احکام شامل ہیں جو عبادات اور معاملات سے متعلق ہوں۔

قرآن وحدیث میں فقہ کا مفہوم:

قرآن مجید میں لفظ فقہ فہم کے معنی میں آیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ"(۳)

(لوگوں نے کہا اے شعیب! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتی)

---

(۱)الجرجانی، علی بن محمد بن علی، معجم التعریفات ،بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۴۰۳ھ، ص:۱۶۸

(۲)التفتازانی، مسعود بن عمر بن عبداللہ، شرح التلویح علی التوضیح، مصر: مکتبہ صبیح، س ن، ۱/ ۱۹

(۳)ہود:۹۱

قرآن مجید میں فقہ کی بنیاد یہ آیت ہے جس میں اس کے مفہوم کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ"(۱)

(پس ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے بڑے گروہ میں سے ایک چھوٹا گروہ نکل جاتا، تا کہ (جو لوگ رہ جائیں) وہ دین کا فہم حاصل کریں)

فقہ کے مفہوم کی تائید احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"(۲)

(جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے)

ایک اور موقع پر رسول ﷺ نے صحابہ اکرامؓ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

"إِنَّ رِجَالًا يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الأَرَضِينَ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ، فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا"(۳)

(لوگ تمہارے پاس زمین کے گوشہ گوشہ سے علم دین حاصل کرنے کے لئے آئیں گے، توجب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے ساتھ بھلائی کرنا)

صاحب در مختار نے علم فقہ کی عظمت کا یوں تذکرہ کیا ہے۔

"وَخَيْرُ عُلُومٍ عِلْمُ فِقْهٍ لِأَنَّهُ ... يَكُونُ إِلَى كُلِّ الْعُلُومِ تَوَسُّلَا
فَإِنَّ فَقِيهًا وَاحِدًا مُتَوَرِّعًا ... عَلَى أَلْفِ ذِي زُهْدٍ تَفَضَّلَ وَاعْتَلَى
تَفَقَّهْ فَإِنَّ الْفِقْهَ أَفْضَلُ قَائِدٍ ... إِلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَأَعْدَلُ قَاصِدِ
وَكُنْ مُسْتَفِيدًا كُلَّ يَوْمٍ زِيَادَةً ... مِنْ الْفِقْهِ وَاسْبَحْ فِي بُحُورِ الْفَوَائِدِ"(۴)

(تمام علوم میں قدر و، منزلت اور مقام و رتبہ کے اعتبار سے سب سے بہتر علم فقہ ہے، اسی وجہ سے ایک متقی فقیہ ہزار عابدوں پر بھاری ہوتا ہے، علم فقہ کو حاصل کرنا چاہیے، اس لیے علم فقہ نیکی اور تقویٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ہر دن علم فقہ سے مستفید ہوتے رہنا چاہیے، اس کے سمندر میں غوطہ زنی کرنا چاہیے)

---

(۱) التوبہ:۱۲۲

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ خیر ایفقہ فی الدین، رقم الحدیث:۷۱

(۳) الترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، باب العلم، باب ماجاء فی استیصاء بمن یطلب العلم، رقم الحدیث:۲۶۵۰

(۴) ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، ردالمحتار علی الدر المختار، بیروت: دار الفکر، طبع دوم، ۱۴۱۲ھ، ۱/۳۹

فقہ اسلامی کے مآخذ و مصادر:

ماخذ کا معنی حاصل کرنے اور پانے کی جگہ یا ذریعہ ہے۔ جہاں سے کوئی فقیہ یا مجتہد مسائل شرعیہ کو اخذ کرتا ہے۔ فقہ اسلامی کے بنیادی طور پر چار مآخذ ہے،(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع امت (قیاس)

قرآن حکیم:

فقہ اسلامی کا سب سے پہلا مآخذ قرآن ہے۔ قرآن وہ کتاب جو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی ﷺ پر نازل فرمائی چونکہ یہ سلسلہ ہدایت آخری کتاب ہے، اس میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق واضح احکامات موجود ہیں، امام غزالیؒ کا بیان ہے کہ قرآن مجید میں احکام کی آیات پانچ سو ہیں(۱) ، قرآن میں احکام عبادات سے متعلق بھی ہے اور معالات سے متعلق بھی۔

شیخ عبد الوھاب الخلاف نے عبادات کے علاوہ زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق صریح احکام کی تعداد اس طرح لکھی ہے۔

۱۔ احکام احوال شخصیہ: ۷۰

۲۔ عدالتی قوانین: ۱۳

۳۔ قانون شہریت: ۷۰

۴۔ دستوری قوانین: ۱۰

۵۔ جرم و سزا: ۳۰

۶۔ اقتصادی قوانین: ۱۰

۷۔ قومی بین الاقوامی قوانین: ۲۵ (۲)

فقہی احکام کی اہمیت اور عملی زندگی سے اس کے تعلق کی وجہ سے بہت سے اہل علم نے آیات احکام کی تفسیر کا اہتمام کیا۔ ان میں اہم کتابیں درج ذیل ہیں:

۱۔ احکام القرآن۔ امام ابو بکر جصاصؒ (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ)

۲۔ احکام القرآن۔ علی بن محمد بن علی المعروف بالکیاالہراسی الشافعیؒ (۴۵۰ھ-۵۰۴ھ)

۳۔ احکام القرآن۔ امام محمد بن عبد اللہ المعروف ابن العربیؒ (۴۶۸ھ-۵۴۳ھ)

---

(۱) الزرکشی، محمد بن بہادر، البرھان فی علوم القرآن، ۲/ ۳

(۲) الخلاف، عبد الوھاب، علم اصول الفقہ، قاھرہ: مکتبہ الدعوۃ الاسلامیہ، ۱۳۶۱ھ، ص: ۳۳-۳۴

۴۔الجامع لاحکام لقرآن۔امام محمد بن احمد قرطبیؒ(۶۰۰ھ-۶۷۱ھ)

۵۔التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ۔احمد بن ابوسعید بن عبد اللہ(۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ)

عصر حاضر میں اسی سلسلے کی ایک کڑی "آسان تفسیر قرآن مجید" ہے جو اگرچہ پورے قرآن کی تفسیر ہے لیکن اس پر فقہی رنگ غالب ہے اور قرآن کے فقہی احکام پر جامع انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ:

فقہ اسلامی کا دوسرا ماخذ حدیث ہے اس کا اطلاق حضور ﷺ کے قول، فعل اور افعال پر ہوتا ہے۔جیسا کہ موسوعہ فقہی میں سنت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"الأُصُولِيُّونَ بِهَذَا الْمَعْنَى: بِأَنَّهَا مَا صَدَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلٍ،أَوْ فِعْلٍ،أَوْ تَقْرِير"(۱)

(اصولیین نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ سنت وہ قول، عمل یا تقریر ہے جو نبی کریم ﷺ سے صادر ہے)

ایک فقیہ کسی بھی شرعی مسئلہ کے استخراج کے لیے سب سے پہلے قرآن مجید کا مطالعہ کرتا ہے۔اگر اس مسئلہ کا حل قرآن مجید کی کسی آیت سے معلوم نہیں ہوتا تو پھر سنت رسول ﷺ میں اسے تلاش کرتا ہے۔تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں۔

"فَكَأَنَّ السُّنَّةَ بِمَنْزِلَةِ التَّفْسِيرِ وَالشَّرْحِ لِمَعَانِي أَحْكَامِ الْكِتَابِ"(۲)

(پس سنت قرآنی احکام و معانی کے لیے تفسیر اور شرح کی حیثیت میں ہو گی)

قرآن مجید میں جو آیات مجمل تھیں رسول ﷺ نے ان کی تشریح فرمائی جو مطلق تھیں انہیں مقید کیا۔جو مشکل تھیں ان کی توضیح فرمائی۔حدیث میں مسائل کے استخراج کی کئی مثالیں موجود ہیں۔قرآن میں نماز کا حکم دیا گیا مگر اس کی تفصیلات ذکر نہیں کی گئی اسی طرح زکوٰۃ کا حکم دیا گیا رسول اللہ ﷺ نے نماز کے اوقات، رکعات اور کیفیت بیان فرمائی اور زکوٰۃ کا نصاب، اوقات اور انواع بیان فرمائی۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

---

(۱) الموسوعۃ الفقہیۃ الکوتیۃ، ۲۵/ ۲۶۴

(۲) الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، قاھرہ: دار ابن عفان، طبع اول، ۱۴۱۷ھ، ۴/ ۳۱۱

"وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ"(۱)

(اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو اکٹھا کرو سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا)

یعنی دو بہنوں سے بیک وقت نکاح جائز نہیں لیکن حدیث نے اس کی مزید وضاحت کر دی کہ پھوپھی اور بھتیجی۔ خالی اور بھانجی سے بیک وقت نکاح نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں تمیم کا ذکر آیا ہے، لیکن اس کی تفصیلات اور دیگر احکام کی فقہی تفسیر کے لیے حدیث کا مطالعہ ضروری ہے اسی طرح دیگر بہت سی مثالیں موجود ہیں جن سے حدیث کا براہ راست مآخذ شریعت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سے کئی پیچیدگیوں سے چھٹکارا ملتا ہے اور کئی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

اجماع امت:

فقہ اسلامی کا تیسرا مآخذ اجماع امت ہے۔ اجماع کے لغوی معنی عزم، پختہ ارادہ اور کسی مسئلے پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔ جمہور علماء نے اجماع کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

"اتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي عَصْرٍ عَلَى حُكْمٍ شَرْعِيٍّ"(۲)

(یعنی حضور ﷺ کی امت کے تمام مجتہدین کا کسی زمانے میں کسی حکم شرعی پر اتفاق کر لینے کا نام اجماع ہے)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔

"الْإِجْمَاعُ عِبَارَةٌ عَنِ اتِّفَاقِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَاصَّةً عَلَى أَمْرٍ مِنَ الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ"(۳)

(امت محمدیہ کا دینی اُمور میں سے کسی امر پر متفق ہونا)

لہٰذا درجہ بالا تعریفات سے معلوم ہوتا ہے امت محمدیہ کے مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔

قرآن وسنت میں اجماع کی بنیاد:

قرآن کریم کی متعدد آیات سے حجیت اجماع اور اس کا واجب الاتباع ہونا ثابت ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ

---

(۱) النساء:۲۳

(۲) التفتازانی، مسعود بن عمر بن عبد اللہ، شرح التلویح علی التوضیح، ۲/ ۸۱

(۳) الآمدی، علی بن ابی علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱/ ۱۹۵

ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ"(۱)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے ذمہ داروں کی بھی)

"وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا"(۲)

(اور جو اپنے آپ پر ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے راستے کی بجائے دوسرے راستے کی پیروی کرے، تو ہم اس کو جو کر رہا ہے کرنے دیں گے اور اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے)

مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اپنی مایہ ناز تفسیر "آسان تفسیر قرآن مجید" میں لکھتے ہیں۔

"معلوم ہوا کہ مومنوں کا جو متفقہ طریقہ ہے، اس کی پیروی واجب ہے اور اس کی مخالفت گناہ و گمراہی ہے، اسی سے قانون اسلامی کے ماہرین نے اجماع اُمت کے حجت و دلیل ہونے کو ثابت کیا ہے اور غالباً سب سے پہلے امام شافعیؒ نے اس آیت سے اجماع پر استدلال کیا ہے، قرآن میں اُمت کے اجماع و اتفاق کے دلیل ہونے پر اس سے زیادہ واضح شاید کوئی اور آیت نہیں"(۳)

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ امت کا اجماع حجت ہے، یعنی جس طرح قرآن و سنت سے ثابت شدہ احکام پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح امت مسلمہ کا جس بات پر اتفاق ہو جائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے۔ حدیث مبارکہ سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) النساء:۵۹

(۲) النساء:۱۱۵

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۳۴-۲۳۵

"إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضَلَالَةٍ"(۱)

(کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو (یا راوی نے کہا محمد ﷺ کی امت کو) گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا)

اجماع قابل حجت ہے اور اجماع کے لیے تمام مجتہدین کا متفق ہونا لازم ہے۔

قیاس:

فقہ اسلامی کا چوتھا مآخذ قیاس ہے۔ قیاس کے لغوی معنی اندازہ کرنا، پیمائش کرنا، مطابق اور مساوی کرنا ہے۔ کسی ایک شے کے اچھے اور بُرے دونوں پہلو سامنے رکھ کر ان کا موازنہ کتاب و سنت میں موجود کسی امر شرعی کے ساتھ کرنا اور کسی نتیجے پر پہنچنا یہ عمل قیاس کہلاتا ہے۔

قیاس کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو یوں بیان کیا جاتا ہے۔

"الْقِيَاسُ فَهُوَ فِي اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنِ التَّقْدِيرِ"(۲)

(قیاس لغت میں اندازہ لگانے سے تعبیر کیا گیا ہے)

"الِاسْتِوَاءِ بَيْنَ الْفَرْعِ وَالْأَصْلِ فِي الْعِلَّةِ الْمُسْتَنْبَطَةِ مِنْ حُكْمِ الْأَصْلِ."(۳)

(اصل اور فرع کے درمیان اس علت میں برابری قائم کرنا جو اصل کے حکم سے مستنبط کی گئی ہے۔)

ارکان قیاس:

قیاس کے اصطلاحی تعریف سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اصل کے چار ارکان ہیں۔

۱۔ اصل: اس کو مقیس علیہ بھی کہتے ہیں اور اس سے مراد وہ منصوص مسئلہ ہے جس کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہو اور اس پر کسی اور واقعہ کو قیاس کیا جائے۔

۲۔ فرع: اسے مقیس بھی کہتے ہیں اس سے مراد وہ واقعہ ہے جس کے بارے میں صراحتاً نص وارد نہ ہو اور نہ اس پر اجماع ہو۔

۳۔ حکم: مکلف کے فعل کی خوبی جیسے جائز ہونا حرام ہونا اور مکروہ ہونا وغیرہ۔

---

(۱) الترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، رقم الحدیث: ۲۱۶۷

(۲) الآمدی، علی بن ابی علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، ۳/۱۸۳

(۳) ایضاً: ۳/۱۹۰

۴۔علت اس سے مراد وہ وصف ہے جو اصل اور فرع کے درمیان مشترک ہو۔(۱)

قرآن مجید میں شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے۔فقہاء نے اسی پر دوسری نشہ آور چیز کو قیاس کیا ہے۔لہٰذا شراب مقیس علیہ نشہ آور اشیاء فرع، حرام ہونا حکم ہے اور نشہ آور ہونا علت۔

حجیت قیاس:

جمہور کے نزدیک قیاس حجت ہے اور اس کی حجت کے جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ درج ذیل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ"(۲)

(پس اگر تمہارے مابین کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف لوٹادو)

یہ آیت قیاس کی حجیت پر واضح دلیل ہے۔علامہ سرخسیؒ مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"فقد بَينا أَن المُرَاد بِهِ الْقيَاس الصَّحِيح وَالرُّجُوع إِلَيْهِ عِنْد الْمُنَازعَة وَفِيه بَيَان أَن الرُّجُوع إِلَيْهِ يكون بِأَمْر الله وَأمر الرَّسُولوَلَا يجوز أَن يُقَال المُرَاد هُوَ الرُّجُوع إِلَى الْكتاب وَالسّنة لِأَنَّهُ علق ذَلِك بالمنازعة وَالْأَمر بِالْعَمَلِ بِالْكتاب وَالسّنة غير مُتَعَلق بِشَرْط الْمُنَازعَة وَلِأَن الْمُنَازعَة بَين الْمُؤمنِينَ فِي أَحْكَام الشَّرْع قَلما تقع فِيمَا فِيهِ نَص من كتاب أَو سنة فَعرفنَا أَن المُرَاد بِهِ الْمُنَازعَة فِيمَا لَيْسَ فِي عينه نَص وَأَن المُرَاد هُوَ الْأَمر بِالرَّدِّ إِلَى الْكتاب وَالسّنة بطرِيق التَّأَمُّل فِيمَا هُوَ مثل ذَلِك الشَّيْء من الْمَنْصُوص وَإِنَّمَا تعرف هَذِه الْمُمَاثلَة بإعمال الرَّأْي وَطلب الْمَعْنى فِيهِ"(۳)

(پس ہم نے واضح کیا کہ اس سے مراد قیاس صحیح اور اختلاف کے وقت اس کی طرف رجوع کرنا ہے اور اس آیت میں یہ وضاحت ہے کہ قیاس کی طرف رجوع

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، قاموس الفقہ، ۴/۵۳۶

(۲) النساء:۵۹

(۳) السرخسی، محمد بن احمد، اصول سرخسی، بیروت: دارالمعرفۃ، ۲/۱۲۹

کرنا اللہ اور رسول ﷺ کے حکم سے ہو گا اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اس سے مراد کتاب اللہ اور سنت کی طرف رجوع کرنا ہے کیونکہ اس رجوع کے حکم کو منازعت کے ساتھ معلق کیا گیا ہے۔ جبکہ کتاب و سنت پر عمل کا معاملہ منازعت سے مشروط نہیں کیوں کہ مومنین کے درمیان احکام شرعیہ میں منازعت واقع پذیر نہیں ہوتی۔ جب کہ کتاب و سنت کی صریح نص موجود ہو پس ہم نے جان لیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تنازعہ اس میں ہو گا جس میں بعینہ نص موجود نہ ہو)

حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری دونوں کو یمن کے الگ الگ علاقوں کا قاضی و گورنر بنا کر بھیجا گیا آپ ﷺ کے استفسار پر دونوں نے جواب دیا۔

"إذا لم نجد الحكم في السنة نقيس الأمر بالأمر فما كان أقرب إلى الحق عملنا به فقال علية الصلاة والسلام أصبتما"(۱)

(جب ہم سنت میں حکم نہیں پائیں گے تو ایک معاملہ کو دوسرے معاملہ پر قیاس کریں گے اور جو فیصلہ حق سے زیادہ قریب ہو گا، اسی پر عمل کریں گے، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم دونوں کی رائے درست ہے)

لہذا قیاس ایسی شرعی دلیل ہے جس نے فقہی مسائل میں شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے بہت آسانی پیدا کر دی اور مجتہدین امت کا کام بہت آسان کر دیا ہے، جمہور کے نزدیک قیاس قابل حجت ہے۔

موجودہ فقہی رجحان میں اہل سنت کے چار فقہی مسالک حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی موجود و محفوظ ہیں۔ فقہ حنفی چار فقہی مسلک میں سے سب سے قدیم ہے فقہی احکام کی تدوین سب سے پہلے اسی مسلک میں ہوئی اہل سنت میں حنفی فقہ کے پیروکار سب سے زیادہ ہے۔ "آسان تفسیر قرآن مجید" میں مباحث فقہ کا رجحان حنفی ہے۔ مباحث فقہ کو حنفی اُصول و ضوابط کے پیش نظر بیان کیا گیا ہے۔ فقہی مباحث میں اعتدال اور میانہ روی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ فقہی مسائل میں حسب ضرورت اقوال آئمہ سے استدلال بھی کیا گیا ہے، بعض مسائل میں مفسر نے فقہ حنفی سے عدول کر کے کوئی اور رائے اختیار کی ہے۔

مفسر خود اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان میں عام طور پر اہل سنت فقہ حنفی کے متبع ہیں، اس لیے مسائل "فقہ حنفی" کے مطابق لکھے گئے ہیں اور فقہاء کے اختلاف پر بحث نہیں کی گئی تاکہ عوام

---

(۱) الرازی، محمد بن عمر بن حسین، المحصول فی علم الاصول، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، طبع سوم، ۱۴۱۸ھ، ۵/۳۸

کے لیے تشویش اور ذہنی انتشار کا باعث نہ بن جائے، خدانخواستہ اس کا سبب مسلکی تنگ نظری نہیں ہے، اللہ کا شکر ہے کہ یہ حقیر ان تمام آراء جو کتاب و سنت سے ثابت ہوں یا جو سلف صالحین کے اجتہادات کا نتیجہ ہوں کو یکساں طور پر قابل اعتماد سمجھتا ہے۔"(۱)

آسان تفسیر قرآن مجید اہل علم کی نظر میں:

عصر حاضر میں کی جانے والی تفاسیر میں ایک اہم تفسیر" آسان تفسیر قرآن مجید" ہے جس کی اہمیت و افادیت کے لیے مولانا کا نام ہی کافی ہے۔ مولانا رحمانی کا ترجمہ اور تفسیری حاشیہ ان کی علمی و تحقیقی نظر اور فقہی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔

اس تفسیر کے بارے میں "مولانا مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری" ممبئی رقم طراز ہیں۔

"اس تفسیر میں مولانا نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہت عمدہ تشریحات پیش کی ہیں اور آیتوں کی تفسیر احادیث، صحابہ کے اقوال اور اکابر علماء کی ضروری حوالوں کے ساتھ تحریر کیا ہے، ساتھ ہی وہ آیات جن کا تعلق فقہی مسائل سے ہیں۔ ان کے تحت شرعی احکام تشفی بخش وضاحت کے ساتھ لکھ دیئے ہیں۔ یہ وہ چند خصوصیات ہیں جو دیگر تفسیروں سے اس تفسیر کو ممتاز کرتی ہیں"(۲)

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان مفتاحی (مہتمم: جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور) مفسر کے بارے میں اپنے نقطہ نظر کی تائید ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"اس سلسلے کی ایک اہم کڑی آسان تفسیر قرآن مجید ہے، جو علم اسلام کی معروف علمی شخصیت حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت فیوفہم کی شبانہ روز محنتوں و عرق ریزیوں کا ثمر و نتیجہ اور آپ کی علمی و فہمی بصیرت اور قرآنی علوم و اسرار سے گہری واقفیت کا آئینہ دار ہے۔"(۳)

حضرت مولانا محمد سلمان مظاہری (ناظم جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور، یو۔پی) مولانا صاحب کی تفسیر کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، سہارنپور (یوپی): کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، ۲۱/۱

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳۸/۲

(۳) ایضاً: ۴۲/۲

"فاضل گرامی قدر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم العالیہ عصر حاضر کے ممتاز ترین علماء اور فضلاء میں سے ہیں، اپنی علمی، دینی اور تحقیقی تصنیفات کی وجہ سے طبقہ علماء میں اعتماد و استناد کا درجہ رکھتے ہیں، آپ نے بھی حال میں مندرجہ بالا عصری تقاضوں کے پیش نظر قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کی وقابل قدر ایسی وقیع خدمت انجام دی ہے، جو اپنے محققانہ اُسلوب کی وجہ سے بعض بڑی تفاسیر پر بھاری ہے"(۱)

حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری (قاضی شریعت دار القضاء: امارت شریعہ بہار، اُڑیسہ و جھارکھنڈ) مولانا رحمانی کی تفسیر کے بارے میں اپنے نقطہ نظر کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"مولانا محترم نے اپنے اس تفسیری نوٹ میں مستند علمی مراجع سے استفادہ اسلام مخالف غلط فہمیوں کا جواب، فقہی مسائل کی طرف اشارہ، افکار باطلہ کی تردید اور دعوت قرآنی کی مکمل وضاحت کا خاص طور پر خیال رکھا ہے، خصوصاً قرآن کریم کے دعوتی پہلوؤں، قرآنی آیات سے مستنبط ہونے والی دعوتی اُمور کی طرف خصوصیت سے توجہ مبذول کرائی ہے۔"(۲)

حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی (استاذ حدیث و فقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) "آسان تفسیر قرآن مجید" کے بارے میں اپنے نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں۔

"مجھے اس ترجمہ و تفسیر کو جستہ جستہ بڑھنے کا موقع ملا، جہاں جہاں نظر ڈالی، دل مطمئن اور مسرور ہوا، انشاء اللہ قرآن کریم کی یہ خدمت اُردو کے تفسیری لٹریچر میں گرانقدر اضافہ ثابت ہو گی، استناد و اعتبار کے خود مؤلف کا نام کافی ہے، زیادہ علمی بحثوں میں جانے کی بجائے کوشش کی گئی ہے کہ قرآن و اسلامی تعلیمات کے بارے میں شکوک و شبہات کے جو کانٹے نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دل و دماغ میں چبھے ہیں، انھیں نکالا جائے، بقدر ضرورت فقہی مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور کیوں نہ ہو تا یہ تو مؤلف کا موضوع ہے"(۳)

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳۱/۲

(۲) ایضاً: ۱۷/۲

(۳) ایضاً: ۴۰/۲

لہٰذا آسان تفسیر قرآن مجید میں فقہی مسائل کثیر مقامات پر موجود ہے جن میں مسائل شرعیہ کو یوں بیان کرتے ہوئے بعض مقامات پر عصر حاضر کے نئے فقہی مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاکہ قاری آسانی کے ساتھ فہم دین حاصل کر سکے۔ سلف صالحین کی تفاسیر پر مکمل اعتماد کیا گیا ہے، فقہی مسائل کو خوش اُسلوبی سے بیان کیا گیا ہے، آیت سے مستنبط مسائل کو ترتیب وار بیان کیا گیا ہے، مشکل مضامین کو آسان زبان اور خوبصورت اُسلوب میں بیان کرتے ہیں۔

فصل دوم:

نماز اور زکوۃ کے مباحث

نماز کے مباحث:

ارکان اسلام میں کلمہ شہادت کے بعد نماز کی اہمیت اور تاکید سب سے زیادہ ہے۔ نماز چند اذکار واقوال اور حرکات واعمال پر مشتمل ہے جس کا آغاز تکبیر تحریمہ سے اور انتہاء سلام پھیرنے سے ہوتی ہے۔ صلوۃ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی دعا، عجز و نیاز، استغفار اور عبادت ہے فارسی اور اُردو زبان میں اس مخصوص عبادت کو نماز کہتے ہیں نماز بدنی عبادات کی چوٹی ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

"والصَّلاةُ، قال كثير من أهل اللّغة: هي الدّعاء، والتّبريك والتّمجيد"(۱)

(اور نماز کے لئے لفظ صلاۃ اکثر اہل لغت نے دعا، برکت اور بزرگی کے معنی میں لیا ہے)

جبکہ اصطلاح میں صلاۃ سے مراد خاص عبادت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان و عمل سے خاص ہیئت وترکیب اور ترتیب کے ساتھ سکھائی۔ امام جرجانی صلوۃ کے لغوی معنی کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"الصلاة: في اللغة: الدعاء، وفي الشريعة: عبارة عن أركان مخصوصة، وأذكار معلومة، بشرائط محصورة في أوقات مقدرة"(۲)

(صلوۃ کے لغوی معنی دعا ہے جبکہ شریعت مخصوص ارکان، معلوم اذکار، مخصوص شرائط اور مقررہ اوقات میں ادا کرنا نماز کہلاتا ہے)

لہذا صلوۃ کا لفظ نیک تمنا، دعا، عاجزی وانکساری، برکت وبزرگی، اہل اسلام کی مخصوص پنجگانہ عبادت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ نماز تعلق باللہ کی پہلی اور آخری شکل ہے۔

مولانا رحمانی نماز کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

---

(۱) راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، بیروت: دارالقلم، طبع اول، ۱۴۱۲ھ، ص:۲۹۰

(۲) الجرجانی، علی بن محمد بن علی، معجم التعریفات، بیروت: دارالکتب العلمیہ، طبع اول، ۱۴۰۳ھ، ص:۱۳۴

”نماز ایک جسمانی عبادت ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا پورا وجود اللہ کے سامنے جھک جائے“(۱)

نماز کی اہمیت و فضیلت:

نماز دین کا ستون ہے اور یقین کی رسی ہے اور مقرر کرنے والی اعمال کی سردار ہے۔ عبادت کی چوٹی ہے نماز بے حیائی کی باتوں اور ناپسندہ امور سے مانع ہے وہی نماز ہے جس میں بندہ اپنے رب کی عظمت کا اعتراف کرے اور اس کی رحمت کا امید وار ہو نماز کی حقیقت اور اہمیت و ضرورت کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے اور اس کا صحیح لطف وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جو اس عجیب و غریب، بلند و لطیف تعلق سے پوری طرح آگاہ ہو۔ قرآن مجید میں نماز کی فرضیت کو متعدد مقامات پر اجاگر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ“(۲)

(نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور میرے سامنے جھکنے والوں کے ساتھ جھک جاؤ)

اسلام کے ارکان خمسہ میں توحید اور رسالت کے بعد جس فریضے کی ادائیگی کا حکم تاکید کے ساتھ آیا ہے وہ نماز ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

”بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، لام وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاة“(۳)

(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا)

اس حدیث سے نماز کی اہمیت واضح ہوتی ہے نماز اسلام کا اہم رکن ہے یہ اسلام کا وہ ستون ہے جس کے بغیر وہ قائم نہیں رہ سکتا۔ قیامت کے روز بندوں کے اعمال میں سب سے پہلے نماز ہی کے متعلق بازپرس ہوگی۔

نماز کے فوائد و ثمرات:

قرآن وسنت کے بیان کے مطابق نماز انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے نماز مسلمانوں میں الفت

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲۵/۳

(۲) البقرہ:۴۳

(۳) الترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، باب ماجاء بنی الاسلام علی خمس، رقم الحدیث:۲۶۰۹

ومحبت پیدا کرتی ہے نماز در حقیقت روح کی غذا اور دل کی تسکین کا سامان ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ"(۱)

(اور نماز کی پابندی کرتے رہئے،یقیناً نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے)

اس آیت کے بارے میں مولانا رحمانی رقم طراز ہیں:

جو شخص نماز کا پابند ہو اور اس کو حقوق و آداب کے ساتھ اور خشوع و خضوع سے ادا کریں۔ تو یقیناً نماز بے حیائی اور بُرائی سے روکتی ہے۔ایک شخص اگر نماز پڑھتا ہے اور گناہ بھی کرتا ہے تو یہ اس آیت کے خلاف نہیں؛ کیوں کہ نماز کی یہ خصوصیت اس وقت ہے جب اس کو خشوع و خصوع کے ساتھ ادا کرے۔ جیسے کسی شخص کو دوا دی جائے ،اور وہ دوا کو اس طریقے پر نہ کھائے جیسے اُسے کھانے کی ہدایت کی گئی تھی۔ تو دوا کا فائدہ نہیں ہو گا تو یہ دوا کا نقص نہیں دوا کھانے والے کا قصور ہے۔(۲)

اس کے بعد مولانا صاحب ایک حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

"أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَا تَقُولُ :ذَلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ"(۳)

(آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ دفعہ غسل کرے تو تمہارا کیا گمان ہے کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ نہیں یارسول اللہ! ہرگز نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی حال پانچ وقت کی نمازوں کا ہے کہ اللہ پاک ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے)

اوقات نماز:

ہر نماز کے لئے ایک وقت مقرر ہے،ضروری ہے کہ اسی وقت میں نماز ادا کی جائے، قرآن مجید میں ارشاد

---

(۱) العنکبوت:۴۵

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید،۳/۱

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ الخمس کفارۃ، رقم الحدیث:۵۲۸

باری تعالیٰ ہے۔

"إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا"(۱)

(بے شک نماز مسلمانوں پر وقت مقررہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے)

پنجگانہ نماز کے اوقات سورۃ روم کی آیت نمبر ۱۷-۱۸ میں اس طرح بیان ہوئے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ"(۲)

(لہذا تم شام اور صبح کے وقت اللہ کی تسبیح کیا کرو اور اسی کی تعریف آسمانوں میں بھی ہوتی ہے اور زمین میں بھی نیز تیسرے پہر اور ظہر کے وقت بھی اسی کی تسبیح کرو)

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اس آیت میں چار اوقات میں تسبیح کا ذکر آیا ہے صبح کے وقت، شام کے وقت، تیسرے پہر، دوپہر کے وقت، یہاں تسبیح سے مراد نماز ہے صبح کی نماز سے مراد: نماز فجر، شام کی دو نمازیں مغرب وعشاء، تیسرے پہر سے مراد نماز عصر: اور دوپہر کی نماز سے ظہر کی نماز،

پھر تفسیر قرطبی کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں۔

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ فِي الْقُرْآنِ، قِيلَ لَهُ: أَيْنَ؟ فَقَالَ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى" فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ" صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَحِينَ تُصْبِحُونَ" صَلَاةُ الْفَجْرِ" وَعَشِيًّا" الْعَصْرُ" وَحِينَ تُظْهِرُونَ" الظُّهْرُ"(۳)

اس آیت کے علاوہ نماز کے اوقات کا ذکر سورۃ ھود کی آیت نمبر ۱۱۴، سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۷۸ اور سورۃ طٰہ کی آیت ۱۳۰ میں ہے۔

---

(۱) النساء:۱۰۳

(۲) روم:۱۸۔۱۷

(۳) القرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع لاحکام القرآن، قاھرہ: دارالکتب المعصریۃ، طبع دوم، ۱۳۸۴ھ، ۱۴/۱۴

نماز جمعہ کے احکام:

جمعہ کے معنی "اکٹھاہونے" کے ہیں چونکہ اس روز بہت سے لوگ مساجد میں جمع ہوتے ہیں۔اس لیے اس روز کو جمعہ کہتے ہیں یوم الجمعہ کو پہلے "یوم العروبہ" کہا جاتا تھا۔نماز جمعہ کی فرضیت قرآن، سنت اور اجماع اُمت تینوں سے ثابت ہے۔جمعہ کی نماز ہر بالغ مسلمان مرد پر فرض ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ"(۱)

(اے مسلمانو!جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دیا کرو)

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوكٌ، أَوِ امْرَأَةٌ، أَوْ صَبِيٌّ، أَوْ مَرِيضٌ"(۲)

(ہر مسلمان پر واجب ہے کہ باجماعت جمعہ ادا کرے البتہ چار قسم کے آدمیوں پر ضروری نہیں، غلام، عورت، بچہ اور بیمار آدمی)

اس حدیث کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر وہ شخص جو مجبور ہو اس پر جمعہ فرض نہیں غلام، عورت، بچہ اور بیمار آدمی کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

نماز جمعہ کے آداب واحکام کے متعلق مولانا رحمانی اپنی تفسیر "آسان تفسیر قرآن مجید" میں رقم طراز ہیں۔

جمعہ کی نماز ہر مسلمان مرد پر فرض عین ہے البتہ عورتیں، بچے، معذورین اور مسافر اس سے مستثنیٰ ہے اگر ایک ہی دن جمعہ اور عید آجائیں تو عید کی نماز پڑھ لینا اور جمعہ چھوڑ دینا درست نہیں۔ جمعہ کے دن جلدی پہنچنے اور خطبہ سے پہلے پہنچنا واجب ہے۔(۳)

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

---

(۱) جمعہ:۹

(۲) ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ للمملوک والمرءۃ، بیروت، المکتبہ العصریۃ، رقم الحدیث:۱۰۶۷

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۴۴۸/۳

"إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ، وَأْتُو هَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ"(۱)

(جب تم نماز کے لیے جاؤ تو دوڑ کر نہ جاؤ سکون اور وقار کے ساتھ جاؤ)

جو لوگ مسجد سے دور رہتے ہیں ان کے لیے پہلی اذان پر مسجد کے لیے نکلنا واجب ہے۔ جو لوگ مسجد سے دور رہتے ہیں ان کے لیے دوسری اذان پر نکلنا ضروری ہے۔ اذان ہوتے ہی کاروبار بند کر دینا واجب ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے اذان کے بعد کاروبار جاری رکھنا جائز نہیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی خرید و فروخت کر لے تو اس کا کیا حکم ہے۔

"حنفیہ کے نزدیک اس کا یہ عمل مکروہ ہو گا: لیکن خرید و فروخت کی وجہ سے خریدار سامان کا بیچنے والا روپیہ کا مالک ہو جائے گا اور جو نفع ہوا ہے وہ حلال ہو گا"(۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ"(۳)

(پھر جب نماز پوری ہو جائے تو اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ، اللہ کی روزی تلاش کرو اور اس کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ)

نماز ادا کرنے کے بعد زمین میں پھیل جانے اور روزی تلاش کرنے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاں تک روزی تلاش کرنے کا معاملہ ہے تو یہ جائز ہے واجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا۔ ذکر کا تعلق زبان، دل اور عمل سے ہے۔(۴)

نماز قصر سے متعلق فقہی مسائل:

سفر میں چار رکعت فرائض والی نماز (ظہر، عصر، عشاء) کو نصف کر کے پڑھنا قصر کہلاتا ہے۔ نماز قصر کا شمار نفلی نمازوں میں ہوتا ہے۔ مغرب کی نماز تین رکعت ہی پڑھی جائے گی۔ سنتوں کا حکم دوران قصر یہ ہے کہ فجر

---

(۱) النیشاپوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب اتیان الصلوۃ بوقار وسکینۃ والنھی عن اتیانھا سعیاً، رقم الحدیث:۶۰۲

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/۴۴۹

(۳) الجمعہ:۱۰

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/۴۵۰

کی سنتوں کے علاوہ باقی نمازوں کی موکدہ سنتیں نہ پڑھنے کا اختیار ہے البتہ پڑھ لینا افضل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا"(۱)

(اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں کہ نماز میں قصر کرو اگر تم کو اندیشہ ہو کہ کفار تم کو ستائیں گے)

مذکورہ آیت مبارکہ کے تحت مولانا رحمانی نے " آسان تفسیر قرآن مجید "میں حسب ذیل فقہی مسائل بیان کیے ہیں۔

"مسافت شرعی کا سفر ہو تو چار رکعت والی نمازیں دو رکعت پڑھی جائیں گی ،مسافت شرعی سے مراد قدیم پیائش "چار برید" ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے"(۲)

اب چار برید سے کیا مراد ہے؟اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا رحمانی فرماتے ہیں "چار برید"۴۸ میل شرعی اور موجودہ مروجہ پیائش کے مطابق تقریباً۷۷ کلو میٹر ہے۔یہ اکثر فقہاء کی رائے ہے۔(۳)

مزید حنفیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

حنفیہ کے مطابق:سفر کی کوئی مخصوص مقدار متعین نہیں شرعی سفر کی مسافت تین دن اور تین رات میں طے کیا جانے والا سفر ہے۔لیکن آج کل کے زمانہ میں علماء احناف کا فتوی بھی وہی چار برید والے قول پر ہے۔

"حنفیہ کے نزدیک سفر میں قصر واجب ہے نہ کہ محض جائز"(۴)

پھر مولانا رحمانی اپنی تفسیر میں احادیث سے قصر کے واجب ہونے کی تائید کرتے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ أَرْبَعًا، وَتُرِكَتْ صَلَاةُ

---

(۱) النساء:۱۰۱

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۲۳۰

(۳) ایضاً:۱/ ۲۳۰

(۴) ایضاً:۱/ ۲۳۱

السَّفَرِ عَلَى الأُولَى"(۱)

(حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نماز دورکعت فرض ہوئی تھی پھر نبی کریم ﷺ نے ہجرت کی تو وہ فرض چار رکعات ہو گئیں۔ البتہ سفر کی حالت میں نماز اپنی حالت میں باقی رکھی گئی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں نماز دورکعت فرض ہے اور حضر یعنی وطن میں رہنے کی حالت میں اس میں اضافہ ہو گیا۔

"فَقَالَ: صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ، فَاقْبَلُوا صَدَقَتَه"(۲)

(آپ ﷺ نے قصر کے بارے میں فرمایا: کہ یہ تم پر اللہ کا صدقہ ہے پس اللہ کے صدقہ کو قبول کرو)

لہذا ان دونوں احادیث مبارکہ سے نماز قصر کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

بظاہر اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قصر صرف خوف کی حالت کے وقت جائز ہے لیکن نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کا طرز عمل یہی رہا ہے کہ خوف ہو یا نہ ہو وہ قصر فرمایا کرتے تھے۔

مولانا رحمانی رقم طراز ہیں۔

"ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء و محدثین کی رائے یہی ہے کہ قصر مطلقاً سفر کی وجہ سے درست ہے سفر پُر خطرہ ہو یا پُر امن"(۳)

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ سفر میں قصر کرنا واجب ہے خواہ سفر میں خوف ہو یا نہ ہو۔ اور قصر کی مسافت ۴۸ میل ہے اور موجودہ دور کے مطابق ۷۷ کلومیٹر ہے۔

نماز تہجد:

فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے نماز تہجد کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا"(۴)

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب التاریخ من اَین ارخوا التاریخ، رقم الحدیث:۳۹۳۵

(۲) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، باب صلوۃ المسافر، رقم الحدیث:۱۱۹۹

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۳۱

(۴) بنی اسرائیل:۷۹

(اور رات کے کچھ حصہ میں نماز تہجد پڑھئے یہ آپ کے لیے اضافہ ہے اُمید ہے کہ آپ کے پروردگار آپ کو مقام محمود عطافرمائیں گے)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا رحمانی تہجد کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

تہجد کے اصل معنی سو کر اٹھنے کے ہیں۔رات کے آخری حصے میں بیدار ہو کر نماز تہجد ادا کی جائے یہی وقت نماز تہجد کا بہتر وقت ہے۔(۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا"(۲)

(ان کے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں،وہ اپنے پروردگار کو ڈر اور اُمید کے ساتھ پکارتے ہیں)

اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو رات کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں ۔اور نماز تہجد ادا کرتے ہیں۔مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

اس آیت میں ایمان والوں کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ رات کے وقت اٹھ کر اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔یعنی جو وقت بستر پر آرام کرنے کا ہے اس وقت وہ بستر سے الگ ہو کر نماز ادا کرتے ہیں اکثر مفسرین نے اس سے نماز تہجد مراد لی ہے۔(۳)

اس آیت کے ذیل میں نماز تہجد کی اہمیت وفضلیت کو حدیث نبوی ﷺ سے واضح کرتے ہیں۔

نماز اللہ رب العالمین سے رابطے اور تعلق کا ذریعہ ہے نماز انسان کا تعلق اللہ سے مضبوط کرتی ہے اور اسے صراط مستقیم پر گامزن رکھتی ہے نماز معراج نبوی کا تحفہ ہے نماز صرف چند ایک ارکان اور افعال کو بجالانے کا عمل نہیں بلکہ اس کا بنیادی مقصد بے حیائی اور بُرائی کی باتوں سے روکنا ہے۔نماز دین اسلام کی اساس،اسلام کا بنیادی رکن اور کافر و مسلمان کے درمیان فرق وامتیاز کرنے والی عبادت ہے۔اس فصل میں نماز کی فضلیت واہمیت، نماز جمعہ کے احکام، نماز قصر سے متعلق فقہی مسائل، نماز تہجد کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/ ۲۳۴

(۲) السجدہ:۱۶

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/ ۳۹

زکوٰۃ کے مباحث:

نماز کے بعد اسلام کا اہم ترین رکن زکوٰۃ ہے لغوی اعتبار سے زکوٰۃ کا لفظ دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اس کا ایک معنی پاکیزگی طہارت اور پاک صاف ہونے یا کرنے اور دوسرا معنی نشوونما اور ترقی کا ہے یہ ایک مالی عبادت ہے جو ہر صاحب نصاب پر فرض ہے اس کے ذریعے امیر غریب کی مدد کرتا ہے اور قرآن مجید میں صدقہ کا لفظ بھی زکوٰۃ کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

ابن الاثیر زکوٰۃ کی لغوی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"وَأَصْلُ الزَّكَاةِ فِي اللُّغة الطَّهارةُ والنَّماءُ والبركَةُ والمدحُ، وكُلُّ ذَلِكَ قَدِ اسْتُعمل فِي القُرآن وَالْحَدِيثِ"(۱)

(لغت میں زکاۃ کا لفظ دراصل پاکی، بڑھوتری، برکت اور مدح وستائش کے معنی میں ہے اور کتاب وسنت میں ان تمام معنی استعمال ہوا ہے)

زکاۃ کی اصطلاحی تعریف علامہ ابن عثیمینؒ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

"التعبد لله تعالى بإخراج جزء واجب شرعاً في مال معين لطائفة أوجهة مخصوصة"(۲)

(معین مال میں کسی مخصوص گروہ یا مد کے لیے شرعاًواجب ہونے والا حصہ نکال کر عبادت بجالانے کا نام زکوۃ ہے)

امام جریری زکوٰۃ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"وشرعا تمليك مال مخصوص لمستحقه بشرائط مخصوصة"(۳)

(ایک مخصوص مال کو مخصوص شرائط کے مطابق اس کے مستحق کی ملکیت میں دینا)

زکوۃ کی ادائیگی سے بقیہ مال پاک صاف ہو جاتا ہے اور عدم ادائیگی سے اس میں غرباء ومساکین کا حق شامل رہتا ہے جس سے بقیہ مال ناپاک ہو جاتا ہے۔

---

(۱) ابن الاثیر، مجد الدین، النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، بیروت: المکتبۃ العلمیۃ، ۱۳۹۹ھ، ۲/۳۰۷

(۲) العثیمین، محمد بن صالح، مجموع فتاوی ورسائل، ریاض: دارالوطن، ۱۴۱۳ھ، ۱۸/۱۱

(۳) الجزیری، عبدالرحمٰن بن محمد، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، طبع دوم، ۱۴۲۴ھ، ۱/۵۲۶

زکوٰۃ کی اہمیت وفضیلت:

زکوٰۃ کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے اور اس کا بہت بلند مقام ہے۔جس طرح نماز کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور مدینہ آکر رفتہ رفتہ وہ تکمیل کو پہنچی۔اسی طرح زکوٰۃ ابتدائے اسلام سے شروع ہوئی لیکن اس کا پورا نظام سن ۸ ہجری فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔زکوٰۃ کی فرضیت قرآن،سنت اور اجماع اُمت تینوں سے ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ"(۱)

(لوگوں سے بھلی بات کرنا نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا)

مندرجہ ذیل احادیث کی روشنی میں زکوٰۃ کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"الزَّكَاة قنطرة الْإِسْلَام"(۲)

"حصنوا أَمْوَالكُم بِالزَّكَاةِ وداووا مرضاكم بِالصَّدَقَةِ واستقبلوا أمواج الْبلَاء بِالدُّعَاءِ والتضرع"(۳)

(زکوٰۃ کے ذریعے اپنے مالوں کو محفوظ کر لو اور نفلی ،صدقہ وخیرات کے ذریعے بیماریوں کا علاج کرو اور بلاؤں کی موجودگی کا استقبال دعا اور خدا کے سامنے گریہ زاری سے کرو)

زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہے کیوں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ کی راہ میں کی جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ مال میں برکت عطا کرتا ہے زکوۃ کی ادائیگی سے مال ہر قسم کے نقصان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور دل بخل ،حرص اور طمع ولالچ، جیسے گھٹیا امراض سے پاک ہو جاتا ہے۔

مولانا رحمانی زکوۃ کی اہمیت کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے انسان زکوۃ کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہوئے حاصل بھی کریں اور خرچ بھی"(۴)

---

(۱) البقرہ:۸۳

(۲) المنذری،عبد العظیم بن عبد القوی،الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف،بیروت:دار الکتب العلمیۃ،رقم الحدیث:۱۱۰۷

(۳) ایضاً:رقم الحدیث:۱۱۱۲

(۴) رحمانی،خالد سیف اللہ،مولانا،آسان تفسیر قرآن مجید،۳/۲۵

مصارف زکوٰۃ:

مصارف مصرف کی جمع ہے اس کا معنی ہے خرچ کرنے کی جگہ اور مصارف کا مطلب ہے وہ لوگ جن پر زکوٰۃ خرچ کی جاتی ہے قرآن کریم نے مصارف زکوٰۃ کو بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان کر دیا ہے یہ اٹھ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ"(١)

(زکوۃ تو غریبوں، حاجت مندوں، صدقہ وصول کرنے پر متعین کارکنوں، وہ لوگ جن کی دل جوئی مقصود ہو، غلاموں، مقروضوں، اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں اور مسافروں کا حق ہے، یہ اللہ کی طرف سے مقرہ ہے اور اللہ خوب جاننے والے اور حکمت والے ہیں)

اس آیت میں آٹھ مصارف زکوۃ کا ذکر ہے جن میں فقیر، مسکین، عاملین، مولفتہ القلوب، غلاموں کو آزاد کرنا، غارمین، فی سبیل اللہ، ابن سبیل ہے۔

فقراء ومساکین سے متعلق احکام:

فقرا اور مساکین زکوۃ کے سب سے اہم ترین مصرف ہیں۔ عربی زبان میں فقراء فقیر کی جمع ہے اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہو۔ زکوۃ کا اصل مقصد فقر واحتیاج کو دور کرنا ہے۔

مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے لوگوں سے مانگنے کا محتاج۔ مسکین کی تعریف نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِهَذَا الطَّوَّافِ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ، فَتَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ قَالُوا، فَمَا الْمِسْكِينُ؟ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ لَهُ، فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلَا

---

(١) التوبہ: ٦٠

يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا"(۱)

(ابو ھریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اصلی مسکین وہ نہیں جو لوگوں کا چکر لگاتا ہے۔ چنانچہ ایک دو لقمہ یا ایک دو کھجوریں اسے مل جاتی ہیں۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! پھر مسکین کون ہے فرمایا: وہ جیسے اتنا ملتا ہی نہ ہو جس کے ذریعہ وہ بے نیاز ہو جائے اور نہ ہی وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہے)

لہٰذا اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مسکین وہ ہے جو دست سوال بھی دراز نہ کرتا ہو اور نہ ہی اپنی شکل ایسی بناتا ہو کہ لوگ اسے کچھ دیں۔

مولانا رحمانی فقیر و مسکین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مسکین سے مراد ہے غریب اور فقیر سے مراد ہے بہت غریب"(۲)

اس کے بعد احناف کے نقطہ نظر کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"احناف کے نزدیک جو شخص بنیادی ضروریات کے علاوہ اتنی اشیاء یا جائیداد کا مالک نہ ہو جس کی قیمت چاندی کے نصاب یعنی ساڑھے ۵۲ تولہ یعنی ۶۱۲ گرام چاندی کو پہنچ جائے وہ فقیر و مسکین ہے اور اس کے لیے زکوۃ لینی جائز ہے جو شخص اتنے مال کا مالک ہو لیکن وہ مخصوص اموال اس کے پاس نہ ہوں جن میں زکوۃ واجب ہوتی ہے تو اگرچہ اس پر زکوۃ واجب نہیں ہو گی لیکن اس کے لیے زکوۃ لینی بھی درست نہیں ہے"(۳)

عاملین سے متعلق احکام:

زکوۃ کا تیسرا مصرف عاملین زکوۃ ہے حکومت کے وہ اہل کار جو زکوۃ جمع کرنے، اسے تقسیم کرنے اور اسکا حساب کتاب رکھنے پر مامور ہوتے ہیں اُن کی اُجرت مال زکوۃ سے دی جاسکتی ہے اور وہ ان کے لیے حلال ہے البتہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات اور اپنے خاندان (بنی ہاشم) پر زکوۃ کا مال حرام قرار دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

---

(۱) النیشاپوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب المسکین الذی لایجد غنی ولا لہ فیتصدق علیہ، رقم الحدیث:۱۰۳۹

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۴۸۶

(۳) ایضاً: ۱/۴۸۶

"عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ، حَتَّى يَرْجِعَ إِلَىٰ بَيْتِهِ"(۱)

(رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا حق کے ساتھ زکوۃ کی وصولی کرنے والا، اللہ کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے یہاں تک کہ اپنے گھر لوٹ آئے)

مولانا رحمانی عاملین زکوۃ کی بحث میں دور حاضر کے ایک فقہی مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

موجودہ دور میں دینی مدارس اور دوسرے اداروں کے محصلین عاملین ہی کے حکم میں ہیں یا نہیں؟

مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ اصطلاحی طور پر دینی مدارس اور دینی تنظیموں کے محصلین عاملین میں نہیں ہے لیکن چونکہ ان کا کام اور مقصد ایک ہی ہے لہذا جہاں اسلامی حکومت اور بیت المال نہ ہو تو ان کو عاملین کے درجے میں رکھتے ہوئے زکوۃ کی رقم سے ان کی تنخواہیں دی جاسکتی ہے۔(۲)

مؤلفۃ القلوب سے متعلق احکام:

یہ زکوۃ کا چوتھا مصرف ہے اس کا مطلب ہے تالیف قلب کے لیے کسی کو کچھ دینا۔یعنی وہ لوگ جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوں ان کی دل بستگی کے لیے انہیں زکوۃ کا مال دینا۔

مؤلفۃ القلوب کی قسمیں:

(۱) کفار (۲)مسلمان

مفسرین کے ہاں اس سلسلے میں کافی اختلاف ہے کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک اس میں غیر مسلموں کے دو گروہ اور مسلمانوں کے ایک گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا رحمانی رقم طراز ہیں۔

"اول:ان غیر مسلموں کی امداد واعانت جن کے اسلام قبول کرنے کی اُمید ہو

،دوسرے:ان غیر مسلم قائدین کی مدد جن کے شر سے مسلمانوں کو بچانا

---

(۱) ابن ماجہ، محمد بن یزید بن عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی عمل الصدقہ، بیروت: داراحیاء الکتب العربیۃ، رقم الحدیث:۱۸۰۹

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۴۸۶-۴۸۷

مقصود ہو، تیسرے: وہ نو مسلم جن کا ایمان ابھی کمزور ہو اور اُمید ہو کہ ان کی مدد انھیں دین پر ثابت قدم رکھے گی۔"(۱)

تفسیر بغوی میں مسلمان کی ایک اور قسم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

"وأسلموا وَنِيَّتُهُمْ قَوِيَّةٌ فِي الْإِسْلَامِ وَهُمْ شُرَفَاءُ فِي قَوْمِهِمْ مِثْلُ عُدَيِّ بْنِ حَاتِمٍ وَالزِّبْرِقَانِ بْنِ بَدْرٍ"(۲)

(وہ لوگ جو اسلام لائے اور ان کی نیت اسلام میں پختہ تھی اور یہ اپنی قوم کے معززین تھے جیسے عدی بن حاتم، زبرقان بن بدرؓ)

مؤلفتہ القلوب کے سلسلے میں دو باتیں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

(۱) کیا مؤلفتہ القلوب میں غیر مسلم بھی داخل ہیں اور کیا زکوۃ غیر مسلم کو دی جاسکتی ہے؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مؤلفتہ القلوب کو زکوۃ دینے کا حکم باقی ہے یا منسوخ ہو چکا ہے؟

جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں مشہور بات یہی ہے کہ عہد نبوی میں غیر مسلموں کو بھی تالیف قلب کے لئے زکوۃ دی جاتی تھی۔ مگر علماء محققین کی رائے اس کے خلاف ہے، محققین کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ عہد نبوی میں بھی زکوۃ صرف مسلمانوں کو دی جاتی تھی، غیر مسلموں کو زکوۃ سے نہیں بلکہ بیت المال کی دیگر مدات سے دیا جاتا تھا۔ علامہ قرطبیؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علماء متاخرین میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ جن غیر مسلموں کا ذکر ملتا ہے ان کا زکوۃ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

مفتی محمد شفیع تفسیر قرطبی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں ان تمام لوگوں کے ناموں کا تذکرہ کیا ہے جن کو نبی کریم ﷺ نے تالیف قلب کے لئے صدقات کی مد سے حصہ دیا تھا، اور یہ سب شمار کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ سب مسلمان تھے۔(۳)

"وَبِالْجُمْلَةِ فَكُلُّهُمْ مُؤْمِنٌ وَلَمْ يَكُنْ فِيهِمْ كَافِرٌ"(۴)

(بالجملہ وہ سب کے سب مومن تھے اور ان میں کوئی بھی کافر نہیں تھا)

مولانا ثناء اللہ امر تسری تفسیر مظہری میں رقم طراز ہیں۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۴۸۷

(۲) البغوی، محمد حسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۲/۳۶۱

(۳) عثمانی، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، طبع جدید، ۱۹۲۹ھ، ۴/۴۰۱

(۴) القرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع لاحکام القرآن، ۸/۱۸۱

"لم يثبت ان النبي صلى الله عليه وسلم اعطى أحدا من الكفار للايلاف شيئا من الزكوة"(۱)

(یعنی یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کافر کو مال زکوۃ میں سے اس کی دل جوئی کے لئے حصہ دیا ہو)

نبی کریم ﷺ "صفوان بن اُمیہ" کو مسلمان ہونے سے پہلے مال دیا کرتے تھے۔ تفسیر مظہری میں امام نوویؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ عطیات زکوۃ کے مال سے نہ تھے بلکہ خمس میں سے تھے۔

"قال النووي إعطاء النبي صلى الله عليه وسلم صفوان بن امية كان من غنائم حنين وصفوان يومئذ كافر"(۲)

(امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن اُمیہ کو حنین کے مال غنیمت سے دیا تھا اور صفوان اس وقت کافر تھا)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مد باقی ہے یا ختم ہوگئی۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک یہ مد باقی ہے اور حنابلہ کے نزدیک یہ مد باقی ہے اور بوقت ضرورت اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ امام شافعیؒ سے دونوں طرح کی رائے منقول ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اب یہ مد باقی نہیں رہی۔ موجودہ دور میں حنابلہ کا قول شریعت کے مقاصد و مصالح سے زیادہ ہم آہنگ نظر آتا ہے۔(۳)

تالیف قلب کے لیے زکاۃ کی اتنی مقدار دی جائے گی جس سے ایمان مضبوط ہونے جیسے مقاصد پورے ہو سکیں۔ اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ مؤلفۃ القلوب میں غیر مسلم شامل نہیں تھے اور عہد نبوت میں بھی زکوۃ ان نو مسلم کو دی جاتی تھی جن کی دل جوئی مقصود ہوتی تھی۔

رقاب سے متعلق احکام:

زکوۃ کے پانچویں مصرف کو قرآن نے "وفی الرقاب" سے تعبیر کیا ہے رقاب سے مراد غلامی ہے اور اسلام نے سب سے پہلے غلاموں کی دستگیری کی اور غلاموں کی آزادی کے مختلف طریقے مقرر کیے انہیں میں سے ایک زکوۃ کا طریقہ ہے۔ جس کی مد سے غلاموں کی مدد کی جائے کہ وہ اپنے آپ کو آزاد کرا سکیں یا ان کو خرید کر آزاد

---

(۱) المظہری، ثناء اللہ، مولانا، تفسیر مظہری، کراچی: مکتبہ الرشید، ۱۴۱۲ھ، ۴/ ۲۳۵

(۲) ایضاً: ۴/ ۲۳۵

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۴۸۷

کر دیا جائے۔

مولانا رحمانی رقاب کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"پانچواں مصرف "گردنوں کو چھڑانا" ہے یعنی غلاموں کو آزاد کرنا، اب یہ مصرف باقی نہیں ہے لیکن اس بات غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ملی اور دینی خدمت کی پاداش میں جو لوگ قید کیے جاتے ہیں۔ قانونی کاروائی کے ذریعہ انھیں رہائی دلانا کیا گردن چھڑانے میں شامل نہیں ہے جبکہ یہ بے قصور محروسین غلاموں سے زیادہ تکلیف میں ہیں"(۱)

غارمین / مقروض سے متعلق احکام:

زکوۃ کا چھٹا مصرف غارمین ہیں۔ ایسا مقروض شخص جس نے کسی اجتماعی مفاد کے لیے یہ ذاتی ضرورت کے لیے قرض لیا لیکن ایسا تنگ دست ہو گیا کہ ادا کے کرنے پر قادر نہ رہا۔

مولانا رحمانی غارمین کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک اس سے مراد وہ مقروض ہیں جو اپنا قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو عام فقراء کے مقابلے میں ایسے شخص کو زکوۃ دینی زیادہ بہتر ہے شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک غارمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو دو مسلمانوں کے درمیان صلح اور رفع نزاع کے لیے کوئی ذمہ داری قبول کر لیں۔(۲)

فی سبیل اللہ سے متعلق احکام:

اس سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔اس کی چند صورتیں ہیں مثلاً کوئی شخص محتاج ہے اور جہاد کے لیے جانا چاہتا ہے لیکن اس کے پاس سواری اور زادراہ نہیں ہے تو اسے مال زکوۃ دے سکتے ہیں۔ کوئی حج کرنا چاہتا ہے اس کے پاس مال نہیں ہے اس کو بھی زکوۃ دے سکتے ہیں طالب علم کہ علم دین پڑھتا ہو یا پڑھنا چاہتا ہو اسے بھی مال زکوۃ دے سکتے ہیں بشرطیکہ مالک نصاب نہ ہو۔

مولانا رحمانی فی سبیل اللہ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"ساتواں مصرف فی سبیل اللہ ہے جمہور فقہاء کے نزدیک اس سے مراد

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۴۸۷

(۲) ایضاً: ۱/ ۴۸۷

مجاہدین ہیں اور بعض علوم دینیہ کے طلبہ کو بھی اس میں شامل رکھا ہے"(۱)

قول جمہور پر اجماع ہونے کے بارے میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی "جدید فقہی مباحث میں لکھتے ہیں۔

"غور کیا جائے تو چوتھی صدی ہجری تک فی سبیل اللہ کے مصداق میں دو کے سوا کوئی تیسرا قول نہیں ملتا، ایک مجاہدین اور متعلقات جہاد، دوسرے حجاج، گویا آئمہ مجتہدین کے دور میں اس پر اجماع منعقد ہو چکا، اس کے بعد کسی اور رائے کا اظہار گویا خرق اجماع کے مترادف ہے"(۲)

ابن سبیل سے متعلق احکام:

اس سے مراد وہ مسافر ہے جو دوران سفر نقصان ہو جانے یا جیب کٹ جانے سے مستحق امداد ہو گیا ہو تو اس پر زکوۃ خرچ کی جاسکتی ہے چاہے وہ اپنے گھر میں صاحب مال ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ غریب الوطن اور گھر کی سہولیات سے محروم ہے شریعت نے اس کی عارضی مشکل کا بھی حل پیش کیا۔

مولانا رحمانی ابن سبیل کے بارے میں لکھتے ہیں۔

آٹھواں مصرف ابن سبیل یعنی مسافرین ہیں جو شخص صاحب حیثیت ہو لیکن سفر میں محتاج ہو جائے تو اس کے لیے زکوۃ لینے کی گنجائش ہے۔(۳)

ابن سبیل کو مال زکوۃ سے اتنا دیا جائے جس سے وہ گھر واپس جاسکے کیوں کہ یقینی طور پر وہ اتنے کا ہی محتاج ہے اور یہ حاجت بھی کسی حادثہ کے سبب وقتی ہے۔

مولانا رحمانی ان تمام مصارف زکوۃ میں احناف کے نقطہ نظر کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک زکوۃ کے جتنے بھی مصارف بیان کیے گئے ہیں سوائے عاملین کے وہ اسی وقت زکوۃ کے حقدار ہو گئے جب فقر سے دوچار ہو گئے۔ اصل مصرف فقراء و مساکین ہیں بقیہ مصارف فقراء کی ترجیحی شکلیں ہیں جن کو نہایت ضرورت کے تحت زکوۃ دی جاتی ہے۔(۴)

زکوۃ کے مقاصد:

زکوۃ کا حقیقی اور بنیادی مقصد تزکیہ نفس اور تحفظ دین اور نصرت دین بھی ہے، زکوۃ کے ذریعے ضرورت

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۴۸۷

(۲) قاسمی، مجاہد الاسلام، مولانا، جدید فقہی مباحث، کراچی: ادارۃ القرآن وعلوم اسلامیہ، ۵/ ۱۳۰

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۴۸۷

(۴) ایضاً: ۱/ ۴۸۷

مندوں کو امداد بہم پہنچا کر غربت کے مسئلے کو ختم کرنا ہے۔

مولانا رحمانی زکوۃ کے دو مقاصد بیان کرتے ہیں۔

"ایک فقراء اور حاجت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنا، دوسرے اسلام کی سر بلندی، فی سبیل اللہ اور مولفتہ القلوب اس دوسرے مقصد کو پورا کرنے کے لیے ہے"(۱)

اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے شریعت میں زکوۃ معین مال میں کسی مخصوص گروہ کے لیے شرعاً واجب ہونے والا حصہ نکال کر اللہ کی راہ میں دینا ہے۔ زکوۃ دین اسلام کا تیسرا رکن ہے جو صاحب نصاب مسلمان پر سنہ ۲ھ میں فرض ہوئی۔ زکوۃ کے بہت سے دنیوی واخروی فوائد اور حکمتیں ہیں اور عدم ادائیگی دنیوی، شرعی سزائیں اور اخروی وعیدیں بیان ہوئی ہے ہر صاحب نصاب شخص پر اپنی حلال وجائز کمائی میں سے اڑھائی فیصد اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور صارفین زکوۃ بھی اللہ نے خود ہی بتلا دیے زکوۃ کی ادائیگی سے معاشرتی غربت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۴۸۷

فصل سوم:

روزہ وحج کے مباحث

روزہ:

اللہ رب العزت نے مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض کیے روزہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں روزے کو صوم کہتے ہیں۔ صوم کے لغوی معنی ہے کسی کام سے رک جانا یا باز رہنا اور پرہیز کرنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ صوم کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"الصَّوْمُ وَالصِّيَامُ فِي اللُّغَةِ الْإِمْسَاكُ وَقَالَ الرَّاغِبُ الصَّوْمُ فِي الْأَصْلِ الْإِمْسَاكُ عَنِ الْفِعْلِ"(۱)

(صوم اور صیام کے اصل معنی "رُکنا" ہے امام راغب کہتے ہیں۔ صوم کا اصل معنی کام سے رکنا ہے)

روزہ کی اصطلاحی تعریف فتاوی ہندیہ میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"عَنْ تَرْكِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ مِنْ الصُّبْحِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ بِنِيَّةٍ"(۲)

(شرعی اصطلاح میں "صوم" کہا جاتا ہے۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا)

احکام القرآن میں روزہ کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"وَالصَّوْمُ فِي الشَّرْعِ: الْإِمْسَاكُ عَنِ الْمُفْطِرَاتِ مَعَ اقْتِرَانِ النِّيَّةِ بِهِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ"(۳)

(شرعی اصطلاح میں روزے کا معنی طلوع فجر سے سورج کے غروب ہونے تک نیت کے ساتھ روزے کو توڑنے والی چیزوں سے رُکنا ہے)

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الصوم، بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ، ۴/ ۱۰۲

(۲) البلخی، نظام الدین، الفتاوی الھندیہ المعروفۃ بالفتاوی العالمگیریۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۴۲۱ھ، ۱/ ۲۱۴

(۳) القرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع الاحکام القرآن، ۲/ ۲۷۳

لہذا روزے کے معنی ہے رُک جانا، کسی جگہ پر ٹھہر جانا، کھانے پینے، گفتگو کرنے اور چلنے سے رک جانے کو بھی صوم کہتے ہیں۔ اصطلاحی شرعی میں معنی یہ ہوا کہ انسان کا سحری کے بعد غروب آفتاب تک نہ صرف کھانے اور پینے سے رُک جانا بلکہ زبان کا جھوٹ، غیبت، چغلی سے رُک جانا بھی شامل ہے۔

روزے کی فرضیت واہمیت:

روزہ کتاب و سنت اور اجماع کی روشنی میں ہر عاقل وبالغ، مقیم مسلمانوں پر فرض ہے روزے کا مقصد صرف بھوکا پیاسا رہنا ہی نہیں ہے بلکہ اس بھوک، پیاس کا سب سے بڑا مقصد تقویٰ، دل کی پرہیز گاری اور صفائی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ(۱)

(اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلی اُمتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے)

مذکورہ آیت سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱)امت مسلمہ پر روزے کی فرضیت۔

(۲)امم سابقہ پر روزے کی فرضیت

(۳)روزے کا مقصد۔

مولا رحمانی روزے کے مقصد کی وضاحت میں رقم طراز ہیں۔

”روزے کا مقصد نفس کی تربیت ہے کہ آدمی کے اندر ضبط کی صلاحیت پیدا ہو اور وہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچا سکے“(۲)

روزے کی فضیلت سے متعلق کتب احادیث میں کثیر صحیح احادیث مروی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

”الصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَحِصْنٌ حَصِينٌ مِنَ النَّارِ“(۳)

(صوم ڈھال ہے اور جہنم سے حفاظت کے لئے محفوظ قلعہ ہے)

---

(۱) البقرہ:۱۸۳

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۷۳

(۳) الشیبانی، احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۲ھ، رقم الحدیث:۹۲۲۵

روزہ "باب الریان" سے جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے۔

"فِي الجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ، لاَ يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ"(۱)

(جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ الریان نامی ہے جس سے صرف روزہ رکھنے والے ہی داخل ہوں گے)

مذکورہ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کے لئے جنت کے دروازے اللہ تبارک تعالیٰ کھول دیتا ہے۔اور ان کے لئے جنت میں ایک خصوصی دروازہ بھی ہے جسے "باب الریان" کہتے ہیں۔اللہ کی وسیع جنت کا حصول عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ سے ہی ہوتا ہے۔

روزے کی فرضیت:

رمضان کے روزے فرض ہیں یہ روزے ہجرت کے دوسرے سال مدینہ منورہ فرض ہوئے روزہ کی فرضیت کے بارے میں سید سابقؒ لکھتے ہیں۔

"وكانت فرضيته يوم الاثنين، لليلتين خلتا من شعبان، من السنة الثانية من الهجرة."(۲)

(روزے کی فرضیت بروز سوموار سن دو ہجری کے ماہ شعبان کی دو تاریخ کو

روزے کے احکام ومسائل:

ذیل میں روزے سے متعلق مسائل کو بیان کیا جائے گا تاکہ اتنی فضیلت والی عبادت کو مکمل آداب اور مسائل کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کیا جائے۔روزے سے متعلق احکام ومسائل کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۳ سے ۱۸۷ تک بیان فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ------- تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ"(۳)

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابواب الجنۃ، رقم الحدیث: ۳۲۵۷

(۲) سید سابق، فقہ السنہ، بیروت: دار الکتب العربی، طبع سوم، ۱۳۹۷ھ، ۱/۴۳۳

(۳) البقرہ: ۱۸۷

(روزہ کی رات میں تمہارے لئے اپنی بیوی سے ہمبستری حلال کی جاتی ہے۔وہ تمہارے لئے اور تم ان کے لئے لباس ہو اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی اور تم سے در گزر فرمایالہذا اب اپنی بیویوں سے ہمبستری کرواور تمہارے لئے اللہ نے جو مقدر فرمایاہے اسے تلاش کرو۔ نیز جب تک صبح کی سپیدی (رات) کی سیاہی سے نمایاں نہ ہو جائے کھاؤ پیو اور (ہاں) جب تم مسجد میں معتکف رہو تو بیوی سے صحبت نہ کرنا۔ یہ اللہ کی مقررہ کی ہوئی حدیں ہیں۔ان کے قریب بھی نہ جانا، اللہ اسی طرح لوگوں کے لئے احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کی راتوں میں بیوی سے ہمبستری کرنااور کھاناپینامباح کر دیا۔

مولارحمانی نے اس آیت کی تفسیر میں مندرجہ ذیل مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں۔

(۱)روزہ کے اوقات میں حد اعتدال کو ملحوظ رکھا گیاہے صبح صادق تک کھانے، پینے اور میاں بیوی کے ازدواجی تعلق کو قائم رکھنے کی اجازت ہے۔ صبح ہوتے ہی روزہ شروع کر دیناچاہیے احتیاط یہ ہے کہ چند منٹ پہلے آدمی ان باتوں سے رُک جائے۔ تاکہ روزے کا اداہونا مشکوک نہ ہو جائے۔ صبح ہونے کے بعد جان بوجھ کر ایک لقمہ بھی کھالے توروزہ ٹوٹ جائے گااور کفارہ واجب ہو جائے گا، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

(۲)بیوی سے جو تعلق قائم کیاجائے محض شہوت پوری کرنے کے لئے نہ کیاجائے یہ تو حیوانات کرتے ہیں بلکہ اولاد کے حصول کی نیت ہونی چاہیے۔(۱)

خیط ابیض اور خیط الاسود سے کیامراد ہے؟ امام نسفی اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"هو أول ما يبدو من الفجر المعترض في الأفق كالخيط الممدود {مِنَ الخيط الأسود} وهو ما يمتد من سواد الليل شبهاً بخيطين أبيض وأسوج لامتدادهما"(۲)

(خیط الابیض سفید دھاگے سے مراد افق میں پھیلنے والی سفیدی جو کھینچے ہوئے دھاگے کی طرح ہوتی ہے ان کے افق میں پھیلنے کی بناپر سیاہ اور سفید دھاگے

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۷۴

(۲) النسفی، عبداللہ بن احمد، امام، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، بیروت: دارالکلم الطیب، طبع اول، ۱۴۱۹ھ، ۱/ ۱۶۲

سے تشبیہ دی)

مریض اور مسافر سے متعلق مسائل:

مریض کی دو قسمیں ہیں اول: وہ مریض جیسے افاقہ یا شفایابی کی اُمید ہو، اللہ تعالیٰ نے اسے صوم نہ رکھنے کی رخصت دی ہے۔ اور اس پر چھوٹے ہوئے صوم کی قضا ضروری قرار دی ہے۔ دوم: وہ مریض جیسے افاقہ یا شفایابی کی اُمید نہ ہو بلکہ وہ مستقل طور پر صوم رکھنے سے عاجز و معذور ہو جیسے بہت زیادہ عمر رسیدہ، یا کسی ایسے مرض میں مبتلا شخص جس سے شفایابی متوقع نہ ہو تو وہ اپنے قضا شدہ روزوں کا فدیہ ادا کرے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ“(۱)

(اور جو مریض یا مسافر ہو، وہ اتنے ہی دن بعد میں روزے رکھے)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا رحمانی مریض سے متعلق مسائل بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے بیماری سے مراد ایسی بیماری ہے۔ کہ انسان کو اندیشہ ہو کہ اگر وہ روزہ رکھے گا تو بیماری کے بڑھ جانے یا طول پکڑنے کا امکان ہو یا جان جانے یا کسی عضو یا کسی صلاحیت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ بیماری کی وجہ سے جو روزے چھوڑے ہیں ان کی قضا واجب ہے۔ (۲)

سفر سے متعلق لکھتے ہیں۔

مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے۔ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت مشقت پر محمول ہے۔

”سفر سے مراد سفر شرعی ہے جس کی مسافت ۴۸ میل ہیں اس سے کم کے سفر میں روزہ چھوڑنا جائز نہیں“(۳)

نبی کریم ﷺ اور صحابہ اکرامؓ سے جن اسفار میں روزہ چھوڑنا ثابت ہے وہ طویل سفر ہے۔ اگر کسی کی صبح گھر پر ہوئی تو روزہ توڑ کر سفر شروع کرنا جائز نہیں، روزہ رکھنے کے بعد سفر شروع کیا سفر میں مشقت نہ ہو تو روزہ پورا کرے(۴)

موجودہ زمانے میں جب بے شمار سہولتیں میسر ہیں اور سفر میں کوئی مشقت پیش نہیں آتی تو بلا وجہ سفر کو عذر

---

(۱) البقرہ:۱۸۴

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۷۴

(۳) ایضا: ۱/ ۷۴

(۴) ایضاً: ۱/ ۷۴

بنا کر روزہ چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے۔ اگر سفر کی وجہ سے روزہ چھوٹ جائے تو اس کی قضا واجب ہے۔

روزے کا فدیہ:

فدیہ صرف اس صورت میں دیا جائے گا جب یقین ہو جائے کہ روزہ رکھنے کی نہ اب طاقت ہے اور نہ آئندہ طاقت بحال ہونے کی اُمید ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ"(۱)

(اور جو لوگ بہ مشقت ہی روزہ رکھ سکتے ہیں اس پر فدیہ ایک محتاج کا کھانا)

فدیہ کی تشریح قرآن مجید میں موجود ہے کہ فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

مولانا رحمانی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

فدیہ ایک مسکین کو دوپہر اور رات کا کھانا کھلانا ہے۔ رمضان ہو تو سحر اور افطار کا کھانا کھلا دینا کافی ہے۔ اگر کھانا کھلانے کی بجائے غلہ دینا چاہتا ہو تو ایک مسکین کو "نصف صاع گیہوں" جدید اوزان کے مطابق ایک کلو چھ سو اکانوے گرام دے دے۔(۲)

لہٰذا فدیہ سے متعلق تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ مظہری لکھتے ہیں۔

"اور فدیہ ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق صدقہ فطر کی طرح گندم کا نصف صاع اور جو یا کھجور کا پورا صاع ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو غلہ اس شہر میں اکثر کھایا جاتا ہے اس کا ایک مد ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو دے۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جو کا نصف صاع اور گیہوں کا ایک مد واجب ہے۔ اور بعض فقہا کا قول ہے کہ جو غذا اس روز کھائے وہ دے"(۳)

اگر کسی میں فدیہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو فقط استغفار کرے اور دل نیت کرے کہ جب ہو سکے ادا کروں گا۔(۴)

لہٰذا ایک روزے کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے یعنی پونے دو کلو گرام گندم یا اس کی قیمت کسی غریب کو

---

(۱) البقرہ:۱۸۴

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۷۴

(۳) المظہری، محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ۱/ ۱۹۴

(۴) عثمانی، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ۱/ ۴۴۶

دے دے یا کسی مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دے۔امام شافعیؒ کے نزدیک ایک مد اور امام احمدؒ کے نزدیک جو کا نصف صاع اور گیہوں کا ایک مد واجب ہے۔لہذا بوڑھے مرد یا بوڑھی عورت جو عمر کے ایسے حصے میں پہنچ گئے ہوں کہ روز بروز ان کی کمزوری میں اضافہ ہوتا جاتا ہو ایسا شخص جب روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزے کے بدلے فدیہ دینے کا حکم ہے۔

روزہ اسلامی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔سن دو ہجری ماہ شعبان میں فرض ہوا۔روزہ مسلمان کے لئے گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے۔روزے سے دل کی پاکی روح کی صفائی اور نفس کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے بیماری اور سفر کی حالت میں انسان کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی گئی ہے۔چھوٹے ہوئے روزے کی قضا ضروری ہے۔لہذا جو شخص اس قدر بیمار ہو جائے کہ شفایابی کی اُمید نہ ہو تو اس کے لئے روزے کے بدلے فدیہ دینا واجب ہے۔روزہ ایک خاموش اور مخفی عبادت ہے جو ریا و نمائش سے پاک ہے۔

حج:

حج اسلام کا اہم ترین رکن ہے اس کے معنی قصد اور ارادے کے ہیں قصد وارادے سے مراد کسی مقدس اور قابل احترام جگہ کا سفر ہے۔حج ایک ایسی عبادت ہے جو ہر مسلمان خواہ وہ کتنا ہی مال دار کیوں نہ ہو، چند شرائط کے ساتھ زندگی میں ایک بار فرض ہے۔حج کی لغوی تعریف الصحاح میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"**الحَجُّ: القصد**"(۱)

(لغت میں حج کا معنی ہے ارادہ اور قصد کرنا۔)

حج کی اصطلاحی تعریف یہ ہے۔

"**وفي الشرع: قصدٌ لبيت الله تعالى بصفة مخصوصة، في وقت مخصوص، بشرائط مخصوصة.**"(۲)

(اصطلاحی شرع میں بیت اللہ (تک پہنچنے) کا مخصوص وقت میں مخصوص طریقے اور مخصوص شرائط کے ساتھ قصد کرنا)

اسلام میں اس کا مقصد مقدس شہر مکہ میں حضرت ابراہیمؑ کی بنائی ہوئی مسجد خانہ کعبہ اور مقدس مقامات میں حاضر ہو کر آداب اور اعمال بجا لانے کا نام ہے۔حج اپنے اندر بدنی اور مالی دونوں قسم کی عبادتیں سموئے ہوئے

---

(۱) الجوھری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغہ وصحاح العربیۃ، بیروت: دار العلم للملایین، ۱/ ۳۰۳

(۲) الجرجانی، علی بن محمد بن علی، معجم التعریفات، ص:۸۲

ہے۔یعنی حاجی اپنے گھر سے چل کر مکہ مکرمہ، عرفات اور مدینہ منورہ سے ہو کر لوٹتا ہے اور ساتھ ہی مال بھی خرچ کرتا ہے تو گویا دونوں قسم کی بدنی اور مالی عبادتوں کا شرف حاصل کرتا ہے۔

فرضیت حج:

حج زندگی میں ایک بار ہر بالغ، عاقل، صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔ایک سے زیادہ مرتبہ جو بھی حج کیا جائے گا وہ نفلی ہو گا۔حج کی فرضیت قرآن وحدیث اور اجماع اُمت تینوں سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا"(۱)

(جو لوگ اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں، اُن پر اس کا حج فرض ہے)

اس آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ حج بندوں پر اللہ کا حق ہے جو لوگ بھی بیت اللہ تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ حق ادا کریں۔اس آیت میں استطاعت کا لفظ استعمال ہوا ہے استطاعت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا رحمانی رقمطراز ہیں۔

استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس اپنی ضروت اصلیہ کے علاوہ اتنا مال ہو جس سے وہ مکہ مکرمہ تک آنے جانے وہاں رہائش اور کھانے پینے کے اخراجات برداشت کر سکے۔اور واپسی تک اپنے اہل وعیال کا بھی انتظام کر سکے۔مقامات حج تک پہنچنے میں کوئی قوی خطرہ درپیش نہ ہو۔صحت مند ہو لہذا جو شخص بیمار ہو فالج زدہ ہو یا لنگڑا ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا۔عورت کے لیے محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔(۲)

حج کی فرضیت کے بارے میں عمدۃ القاری میں یوں تذکرہ ملتا ہے۔

"فَذكر الْقُرْطُبِيّ أَن الْحَج فرض سنة خمس من الْهِجْرَة، وَقيل: سنة تسع، قَالَ: وَهُوَ الصَّحِيح."(۳)

حج کی فرضیت کے بارے مفسرین کی رائیں مختلف ہیں امام قرطبی نے دو قول نقل کیے ہیں ۵اور۹ھ کا ۹ھ میں فرض ہونے کو ترجیح دی ہے۔

---

(۱) آل عمران:۹۷

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۵۳

(۳) بدرالدین عینی، محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الحج وفضلہ، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۹/۱۲۲

اقسام حج:

حج کے تین طریقے ہیں۔(۱)حج تمتع (۲)حج افراد (۳)حج قران

حج تمتع یہ ہے کہ آدمی میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کی نیت کرے حج کی نیت نہ کرے اس آدمی کو متمتع کہتے ہیں متمتع بیت اللہ شریف پہنچ کر پہلے طواف کرے گااور صفا مروہ کی سعی کرے گا اور اس کے بعد اپنا سر منڈائے گااور اس کے بعد اپنا احرام کھول دے گا۔اب اس پر احرام کی کوئی پابندی نہ رہے گی پھر جب حج کے دن آئیں گے یعنی آٹھ ذی الحج تو پھر حج کی نیت کر کے احرام باندھے گا جب حج کے ارکان پورے کرئے گا احرام کھول دے گا۔

حج افراد:

افراد یہ ہے کے میقات ہی سے صرف حج کا احرام باندھے۔اس شخص کو مفرد کہتے ہیں۔

حج قران:

حج قران یہ ہے کہ آدمی میقات سے حج اور عمرہ دونوں کی آکٹھی نیت کرے اس آدمی کو قارن کہتے ہیں۔

مولانا رحمانی حج قران اور تمتع کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

حج قران یہ ہے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی کرنا خواہ ایک ہی احرام میں ہو حج تمتع میں الگ الگ احرام کے ساتھ عمرہ اور حج کرنا ہے۔(۱)

اوقات حج:

عمرہ کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں سال میں جس وقت آدمی چاہے جا کر عمرہ کر سکتا ہے اور اس کا احرام ہر وقت باندھا جا سکتا ہے لیکن حج کے لئے شریعت نے یہ پابندی لگا رکھی ہے کہ وہ حج کے مہینوں میں ہی ادا کیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا
فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا
فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ"(۲)

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید،۱/۸۱

(۲) البقرہ:۱۹۷

(حج کے چند متعین مہینے ہیں۔ جو ان میں احرام باندھ کر اپنے آپ پر حج لازم کرے تو پھر وہ حج میں نہ کوئی فحش بات کرے، نہ گناہ نہ جھگڑا، اور تم جو بھی اچھے کام کرتے ہو، اللہ اس کو جانتے ہیں اور (ہاں) راستے کا توشہ لے لیا کرو بہترین توشہ تقویٰ ہے اور اصحاب عقل و دانش! مجھ ہی سے ڈرتے رہا کرو)

اس آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا ہے کہ حج کے مہینے متعین ہیں یعنی ماہ شوال و ذی القعد اور ذی الحج کے دن ہیں ان ایام سے پہلے احرام حج باندھنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔

''حنفیہ کے ہاں گو شوال سے پہلے احرام باندھنے کی گنجائش ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے''(۱)

لہذا احدیث مبارکہ سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حج کے مہینے مقرر ہے۔

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: {الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ} شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ"(۲)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (حج کے مہینے مقرر ہیں) شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ)

مذکورہ بالا آیت میں جن چیزوں سے حالت احرام میں منع کیا گیا ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) رفث: جماع (۲) فسوق: عام گناہ، فحش باتیں، گالی گلوچ (۳) جدال: لڑائی جھگڑا

رفث کے معنی تفسیر بغوی میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں۔

"الرَّفَثُ غِشْيَانُ النِّسَاءِ وَالتَّقْبِيلُ وَالْغَمْزُ وَأَنْ يُعَرِّضَ لَهَا بِالْفُحْشِ مِنَ الْكَلَامِ"(۳)

(رفث کے معنی عورتوں پر چھا جانا یعنی عورتوں سے اختلاط، بوسہ اور غمز یعنی ٹٹولنا اور فحش اشارے اور فحش کلام کے ساتھ پیش آنا)

مولانا رحمانی فسق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فسق میں ہر طرح کا گناہ شامل ہے چھوٹا ہو یا بڑا حقوق اللہ سے متعلق ہو یا حقوق العباد سے متعلق۔(۴)

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۸۱/۱

(۲) الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، قاھرہ: دارالحرمین، رقم الحدیث: ۱۵۸۴

(۳) البغوی، محمد حسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۲۵۱/۱

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ،، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۸۶/۱

گناہ کے کام اور لڑائی جھگڑا تو ہر جگہ ممنوع ہے لیکن چونکہ حج ایک عظیم اور مقدس عبادت ہے اس لئے اس عبادت کے دوران اس سے بچنے کی خاص تاکید کی گئی ہے۔

حج وعمرہ کے احکام ومسائل:

حج فرض ہونے کی ساری شرطیں موجود ہو تو حج زندگی میں ایک بار فرض ہے حج فرض عین ہے اور اس کی فرضیت قرآن وحدیث سے صاف صاف ثابت ہے۔جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے،وہ کافر ہے اور جو شخص شرائط وجوب پائے جانے کے باوجود حج نہ کرے وہ گناہ گار اور فاسق ہے۔ارشاد ربانی ہے۔

”وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ----- تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ“(۱)

(حج عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو، پھر اگر تم روک دیئے جاو تو،جو قربانی میسر ہو(پیش کرو)اور جب تک قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے،بال نہ مونڈاو،وہاں تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو(بال مونڈاے اور)روزہ یا صدقہ یا قربانی کے ذریعہ فدیہ ادا کر دے،پھر جب تم اطمینان کی حالت میں ہو تو جو حج کے ساتھ عمرہ کا فائدہ اُٹھائے،اس کو چاہیے کہ جو قربانی میسر ہو کرے جس کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو وہ تین دنوں حج کے دنوں روزہ رکھے اور سات روزے تمہارے وآپس آجانے کے بعد،یہ پورے دس روزے ہوئے،یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے،جن کے گھر والے مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ کی سزا بہت سخت ہے)

اس آیت میں حج وعمرہ کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج اور عمرہ کو شروع کرنے کے بعد ان کو مکمل کرنا ضروری ہے۔

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

”حج یا عمرہ گو نفل ہو،شروع کرنے کے بعد ان کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے“(۲)

---

(۱) البقرہ:۱۹۶

(۲) رحمانی،خالد سیف اللہ،مولانا،آسان تفسیر قرآن مجید،۱/۸۰

مولانا ابن کثیر اس بارے میں رقمطراز ہیں۔

"اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ الشُّرُوعَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ مُلْزِمٌ"(۱)

(تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حج اور عمرہ شروع کرنے کے بعد اسے پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے)

لہٰذا مرض یا کسی مجبوری کی وجہ سے قربانی دے کر احرام کھولا جا سکتا ہے چنانچہ خود نبی کریم ﷺ کو یہ صورت پیش آئی کہ آپ ﷺ اور ﷺ کے صحابہ عمرے کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے لیکن جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین مکہ نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تو اس مجبوری کا یہ حل بتایا گیا کہ ایسی صورت میں قربانی کر کے احرام کھولا جا سکتا ہے۔ احرام کی حالت میں بال کٹانا جائز نہیں جیسا کہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ سے واضح ہے البتہ اگر بیماری یا سر میں جوں کی کثرت ہے تو بال مونڈ لے۔ روزہ، صدقہ یا قربانی کے ذریعے فدیہ ادا کرے۔

روزہ، صدقہ، قربانی، کے بارے میں کیا حکم ہے مولانا رحمانی اس بارے میں لکھتے ہیں۔

تین روزے رکھے، چھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی مقدار کے برابر دینا اور قربانی کم سے کم بکرے کی گائے اس سے بہتر اور اونٹ اس سے بہتر ہے۔(۲)

سفر حج میں تجارت کے احکام:

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب جب حج کرنے آتے تو تجارت کا سامان بھی اپنے ساتھ لے آیا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد صحابہؓ ایام حج میں تجارت کو گناہ سمجھ کر ڈرے تو انہیں اجازت دی گئی کہ ایام حج میں تجارت کرنا گناہ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ"(۳)

(تم پر حج کے موقع سے اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں مولانا رحمانی رقمطراز ہیں۔

"اسلام کے آنے کے بعد حج کے موقع سے تجارت میں مسلمانوں کو تامل تھا، کہیں یہ اخلاص کے خلاف نہ ہو اور دین کے ساتھ دنیا کی آمیزش نہ شمار

---

(۱) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۴۱۹ھ، ۱/ ۵۳۰

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۸۱

(۳) البقرہ: ۱۹۸

کی جائے قرآن مجید واضح کر رہا ہے کہ اصل مقصود حج ہو اور ضمناً تجارت بھی
کر لی جائے تو اس میں حرج نہیں"(۱)

اس آیت میں فضل کا لفظ استعمال ہوا ہے اس بارے میں مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

فضل سے مراد اللہ کا انعام ہے حلال طریقے سے مال حاصل کیا جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ لہذا انعام خداوندی کو حاصل کرنا ہے۔

قربانی کے احکام:

جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کرنی ہے لیکن پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ ہم نے حج کونسا کیا ہے؟ اگر ہم نے حج تمتع یا حج قران کیا ہے تو قربانی کرنا واجب ہے اور اگر حج افراد کیا ہے تو قربانی واجب نہیں، مستحب ہے۔ جن خواتین و حضرات پر حج کی قربانی واجب ہے وہ سر کے بال اور ناخن وغیرہ قربانی کے بعد ہی کتر سکتی ہیں۔ خدانخواستہ اگر انہوں نے قربانی سے پہلے سر کے بال منڈوا لیے تو ان پر دم واجب ہو جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ"(۲)

(تا کہ وہ اپنے فائدہ کی جگہوں کو پہنچیں اور اللہ نے انھیں جو چوپائے دیئے ہیں مقررہ دنوں میں ان پر اللہ کا نام لیں(یعنی قربانی کے ایام میں ان کی قربانی کریں)لہذا اس میں سے تم بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی قربانی کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حج قران اور تمتع کرنے والے پر شکرانہ کے طور پر قربانی واجب ہے کم سے کم بکرے کی قربانی یا بڑے جانور میں ایک حصہ ڈالنا، اگر قربانی کرنے کی استطاعت نہ ہو تین روزے دس ذوالحجہ سے پہلے اور سات روزے فراغت کے بعد کبھی بھی، اگر دس ذوالحجہ تک تین روزے نہیں رکھ سکا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی ہی ضروری ہے۔(۳)

موسوعہ فقہی میں قربانی کے واجب ہونے کے بارے میں یوں تذکرہ ملتا ہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۸۲

(۲) الحج:۲۸

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۸۱

"يَجِبُ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ عَلَى الْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ أَنْ يَذْبَحَ هَدْيًا"(۱)

(علماء کا اجماع ہے قران اور تمتع کرنے والے پر قربانی واجب ہے)

اس آیت میں ایک حکم چوپائے جانور کی قربانی ہے اور یہ قربانی مقررہ دنوں میں ہونی چاہیے۔ اور اللہ کا نام لیتے ہوئے ذبح کرنا چاہیے۔ دور جاہلیت میں کفار حج کے موقع پر جو جانور ذبح کرتے تھے اس کا گوشت خود نہیں کھاتے تھے۔ اس آیت میں اس بات کی تردید کی گئی ہے مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھائے اور غریب ومحتاج لوگوں کو بھی کھلائے۔ البتہ سنت طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لئے، ایک رشتہ داروں کے لئے اور ایک غریبوں کے لئے جنایت کی قربانی کے بارے میں حکم یہ ہے اس کا پورا کا پورا گوشت صدقہ کر دینا پڑے گا۔(۲)

حج اسلام کے پانچویں رکن کی ادائیگی جو مقررہ ایام میں متعین اور مقدس مقامات پر ادا ہوتی ہے ہر شخص پر استطاعت کی صورت میں زندگی میں ایک بار یہ فریضہ بجالانا واجب ہے ارکان حج جن کا ادا کرنا فرض ہے صرف تین ہیں احرام، وقوف عرفہ اور طواف افاضہ ان میں سے کوئی رکن رہ جائے تو حج نہیں ہوتا۔ ایام حج ۸ ذی الحج سے شروع ہو کر ۱۲ ذی الحج تک رہتے ہیں ۸ ذی الحج ایام حج میں پہلا دن ہے حج قران کرنے والے تو پہلے ہی احرام باندھے ہوں گے مگر تمتع اور افراد کرنے والے اس دن علی الصبح احرام باندھیں گے۔ احرام باندھے والا محرم کہلاتا ہے کیوں کہ وہ اپنے لئے حکم الٰہی کے بہ سبب کئی حلال چیزوں کو حرام کرلیتا ہے۔ اب محرم خوشبو نہیں لگا سکتا۔ جسم کے کسی حصہ پر سے بال کاٹ نہیں سکتا اور نہ ہی توڑ سکتا ناخن نہیں تراش سکتا۔ بیوی سے قربت نہیں کر سکتا۔ احرام باندھنے کے بعد یہ فرض ہو جاتا ہے کہ حج کی تکمیل کی جائے۔ احرام کی حالت میں اگر کوئی فعل سرزد ہو جو اس صورت میں ممنوع ہے تو اس کی معافی کے لئے کفارہ دینا پڑے گا۔

---

(۱) الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۷/۴۳

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/۳۵۲

باب سوم:
آسان تفسیر قرآن مجید میں معاملات سے متعلق فقہی مباحث

فصل اول:

ازدواجی و عائلی معاملات

عربی زبان میں عائلہ کا لفظ بیوی کے لیے اور گھر کے افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کی جمع عائلات اور عیال ہے عائل کے معنی عیال داری یعنی بیوی بچوں والا چنانچہ عائلی زندگی سے مراد گھر کے ان تمام افراد کی زندگی ہے جو ماں باپ اور بچوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ عائلی زندگی کے لیے انگریزی زبان میں فیملی کا لفظ، اُردو زبان میں خاندان اور اور فارسی میں خانوادہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ عائلی زندگی سے متعلقہ اُمور یعنی نکاح، طلاق، خلع، ظہار، ایلاء، عدت، حقوق زوجین ایسے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

نکاح سے متعلق احکام:

نکاح عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ملانا یا جوڑنا ہے فارسی زبان میں اس کے لیے شادی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے نکاح کے لغوی معنی کو کتاب التعریفات میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"النكاح: هو في اللغة الضم والجمع"(۱)

(لغت میں نکاح سے مراد جمع اور پیوستگی ہے)

امام راغب اصفہانی نکاح کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"أصل النِّكَاحُ للعَقْدِ، ثم استُعِيرَ للجِماع، ومُحالٌ أن يكونَ في الأصلِ للجِمَاعِ، ثمّ استعير للعَقْد"(۲)

(نکاح کے اصل معنی عقد کے ہیں استعارہ جماع کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور یہ بات محال ہے کہ اصل معنی جماع کے ہوں اور استعارے کے طور پر اسے عقد کے لیے استعمال کیا جائے)

فی الحقیقت نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے جس سے مرد اور عورت کے درمیان تعلق جائز اور اولاد کا نسب ثابت ہوتا ہے۔

نکاح کی شرعی حیثیت:

نکاح سنت ہے انسانی معاشرے کے لیے نہایت ہی ضروری ہے تاکہ معاشرے سے برائیوں کا سدباب

---

(۱) الجرجانی، علی بن محمد بن علی، کتاب التعریفات، باب النون، ص ۲۴۶

(۲) راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، ص ۸۲۳

ہو۔ نکاح کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ اسلام کے وقت سے لے کر شریعت محمدی ﷺ تک کوئی شریعت نہیں گزری جو نکاح سے خالی رہی ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً "(۱)

(جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو، دو دو، تین تین، چار چار، پس! اگر اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو)

اس آیت کریمہ میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی نکاح کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ:

"لنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"(۲)

(نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں)

نبی کریم ﷺ نے نکاح کو نظروں اور شرمگاہوں کی حفاظت کا ذریعہ قرار دیا ہے اور لوگوں کو زندگی کے لیے دین دار ساتھی کے چناؤ کا حکم دیا۔

ارشاد نبوی ﷺ:

"تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ"(۳)

(عورت سے چار اسباب کے تحت نکاح کیا جاتا ہے مال، خاندانی شرف، حسن وجمال یا دین داری کی وجہ سے چنانچہ تو کسی دین دار خاتون سے نکاح میں کامیابی حاصل کر تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں)

مندرجہ بالا مذکورہ آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور نہ صرف آپ ﷺ کی بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بھی سنت ہے۔

تعدد ازواج:

(۱) النساء:۳

(۲) ابن ماجہ، محمد بن یزید بن عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ماجاء فضل النکاح، رقم الحدیث:۱۸۴۶

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، رقم الحدیث:۵۰۹۰

شریعت اسلامی نے مرد کو بیک وقت چار شادیوں کی اجازت دی ہے۔اور انصاف کی شرط لازم کر دی۔ ظلم کی صورت میں ایک سے زائد شادیاں حرام ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً "(۱)

(جو عورتیں پسند ہوں، ان سے نکاح کر لو، دو دو، تین تین، چار چار، پس اگر اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں:

اسلام نے چار شادیوں کی اجازت دی اور اس کی اجازت تقریباً ہر مذہب میں ہے۔اسلام نے مردانہ فطرت کی رعایت کرتے ہوئے اس کی گنجائش رکھی ہے اس کو واجب وضروری قرار نہیں دیا اور نہ مستحب ومرغوب بلکہ ایک سے زیادہ نکاح کے لیے عدل کی شرط ضروری قرار دی۔(۲)

اسلام نے چار شادیوں کی اجازت دی اس میں بنیادی مقصد مجبورو بے بس عورتوں کو تحفظات دینا ہے۔اسی لئے اسلام نے تعدد ازواج کو جائزہ رکھا لیکن چار تک تحدید کر دی اور بیویوں کے درمیان عدل کو ضروری قرار دیا۔

مزید مولانا رحمانی ایک پر اکتفا کرنے کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

اگر عدل نہیں کر سکتے تو ایک پر اکتفا کرنا واجب ہے یا پھر کنیزیں ہے اور کنیز کے حقوق بیوی کے معاملہ میں کم ہوتے ہیں اگر عدل کر سکتے ہو تب بھی فقہاء اس کی حدود وشرائط قائم رکھنے کی دشواری کو دیکھتے ہوئے پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہ کرنے کو بہتر قرار دیا ہے۔(۳)

تعدد ازواج سے متعلق ابو بکر جصاص لکھتے ہیں۔

"وَالْمُرَادُ مَيْلُ الْقَلْبِ, وَالْعَدْلُ الَّذِي يُمْكِنُهُ فِعْلُهُ وَيَخَافُ أَنْ لَا يَفْعَلَ إظْهَارُ الْمَيْلِ بِالْفِعْلِ, فَأَمَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِالِاقْتِصَارِ عَلَى الْوَاحِدَةِ إذَا خَافَ إظْهَارَ الْمَيْلِ وَالْجَوْرِ وَمُجَانَبَةَ الْعَدْلِ"(۴)

(میل سے مراد دل کا میلان ہے۔عدل سے مراد جس کا کرنا ممکن ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ عملاً میلان کا اظہار نہ کر بیٹھے تو جب اسے عملی میلان، ظلم اور

---

(۱) النساء:۳

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۱۸۸

(۳) ایضاً: ۱/ ۱۸۸

(۴) الجصاص، احمد بن علی ابو بکر رازی، احکام القرآن، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۲/ ۷۰

ناانصافی کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے ایک پر اکتفاء کرنے کا حکم دیا)

محرمات نکاح:

اسلام میں جن رشتوں سے نکاح نہیں ہو سکتا انہیں محرمات نکاح کہا گیا ہے بلکہ اُن کو قرآن میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ قبل از اسلام زوجین کے رشتوں میں حرمت کے تحت امتیاز روا نہ رکھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ اپنی سوتیلی ماؤں، حقیقی بہنوں، سوتیلی بیٹیوں کے علاوہ دو بہنیں بھی ایک ہی ساتھ نکاح میں رکھتے تھے۔ چنانچہ اسلام نے ایسے تمام رشتوں کو زوجین کے لئے حرام قرار دیتے ہوئے حرمت کے قانون کو نافذ کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ -------- إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا“(۱)

(تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، بھتیجیاں ،بھانجیاں، تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے، تمہاری بیویوں کی مائیں حرام کی گئی ہیں، اور تمہاری وہ سوتیلی بیٹیاں بھی جو تمہاری پرورش میں ہیں۔ جو تمہاری اُن بیویوں سے ہیں۔ جن سے تم صحبت کر چکے ہو پس اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر (ان سے نکاح کرنے میں) کچھ گناہ نہیں اور تمہارے بیٹے جو تمہاری نسل سے ہیں ان کی بیویاں بھی حرام ہے اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو اکٹھا کرو سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا بے شک اللہ بہت بخشنے والے بڑے مہربان ہیں)

حرمت دو قسم کی ہے۔

(۱) عارضی حرمت (۲) دائمی حرمت

دائمی حرمت کے تین اسباب ہیں۔ (۱) نسبی حرمت (۲) سسرالی حرمت (۳) رضاعت کی حرمت

عارضی حرمت:

دو رضاعی یا نسبی بہنوں، پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنا حرام ہے۔

مولانا رحمانی عارضی حرمت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

---

(۱) النساء:۲۳

”عارضی حرمت سے مراد یہ ہے کہ فی نفسبہ اس عورت سے نکاح جائز ہو لیکن کسی وقتی رکاوٹ کی وجہ سے نکاح درست نہ ہو تو قرآن نے اس میں دو بہنوں کے جمع کرنے کا ذکر کیا ہے۔ایک مرد دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا“(۱)

حدیث شریف میں پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو جمع کرنا بھی حرام فرمایا گیا ہے۔

”لاَ يُجْمَعُ بَيْنَ المَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، وَلاَ بَيْنَ المَرْأَةِ وَخَالَتِهَا“(۲)

لہذا اگر ایک بہن کی وفات ہو جائے تو پھر دوسری بہن سے نکاح جائز ہے اسی طرح اگر ایک بہن کو رجعی طلاق دے دی تو اس کے عدت گزار لینے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔

منکوحہ عورت سے نکاح:

منکوحہ عورت سے بھی نکاح حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک عورت بیک وقت ایک سے زائد شوہر والی نہیں ہو سکتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ“(۳)

(اور منکوحہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں سوائے ان عورتوں کے جو تمہاری ملکیت میں آجائیں)

مولانا رحمانی منکوحہ عورت اور لونڈی کی عدت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

منکوحہ عورتوں کی عدت تین حیض ہے اور اگر حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو یا آنا بند ہو گیا ہو تو تین مہینے عدت ہے اور باندیوں کے لیے ایک حیض۔(۴)

عدت گزارنے والی عورت سے نکاح:

بیوہ یا وہ عورت جس کو تین طلاقیں مل چکی ہوں ان کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ عدت کے دوران ان سے

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۹۹

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا تنکح المراہ علی عنھا، رقم الحدیث:۵۱۰۹

(۳) النساء:۲۴

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۰۰

اشارے کنائے میں تو تم نکاح کا پیغام دے سکتے ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ------ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ"(۱)

(نیز اُن عورتوں کو پیام نکاح کے متعلق اشارۃ کوئی بات کہنے یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھنے میں تم پر گناہ نہیں اللہ جانتے ہیں کہ تم ان کا ذکر ضرور کرو گے لیکن ان سے خفیہ عہد و قرار نہ کرلیناہاں بھلی بات کہہ سکتے ہو اور جب تک مقررہ عدت نہ گذر جائے، نکاح کرنے کا پختہ ارادہ نہ کرلو اور آگاہ رہو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یقیناً اللہ اسے بھی جانتے ہیں اور جان لو اللہ بخشنے والے ہیں)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

جب عورت عدت گزار رہی ہو اس کو صاف الفاظ میں نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں البتہ اس کا اشارہ وکنایہ کیا جاسکتا ہے۔(۲)

مولانا رحمانی انسانی فطرت کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"یعنی یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی عورت سے نکاح کا خواہش مند ہو تو ذکر کئے بغیر نہیں رہتا"(۳)

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کا حکم:

اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہے اہل کتاب کی اسی عورت سے شادی کی رخصت ہے جو حقیقی کتابیہ ہو ۔یعنی وہ اللہ تعالیٰ، رسولوں، فرشتوں، آسمانی کتابوں وغیرہ پر ایمان رکھتی ہو ان چیزوں کی منکر نہ ہو اور مشرکہ و کافر نہ ہو۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ

(۱) البقرہ:۲۳۵

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۱۰۱

(۳) ایضاً: ص:۱۰۱

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ ------ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ"(۱)

(آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں نیز جو اہل کتاب ہیں ان کا کھانا تمہارے لیے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور پاک دامن مومن عورتیں بھی، نیز ان لوگوں میں سے بھی پاک دامن عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی، (وہ بھی تمہارے لئے حلال ہیں) بشرطیکہ تم انھیں ان کے مہر ادا کر دو، نکاح کیا جائے نہ کھلے عام زنا کرنے والے ہوں، نہ چھپ کر آشنا بنانے والے جو ایمان لانے سے انکار کرے اس کا عمل اکارت ہو جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں ہو گا)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

اہل کتاب عورتوں سے نکاح جائز ہے جو حقیقی کتابیہ ہو یعنی اللہ پر، رسالت پر، آخرت پر ایمان رکھتی ہوں گو پیغمبر ﷺ پر ان کا ایمان نہ ہو جو خاندانی طور پر یہودی یا عیسائی ہوں۔(۲)

امام ابن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ "کے الفاظ کے ذریعے مومن مردوں کے لیے اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دیا ہے جیسا کہ مسلمان خواتین سے نکاح کو حلال قرار دیا ہے"(۳)

لہٰذا اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح کے حلال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اور اہل کتاب کے دین میں بنیادی امور مشترک ہیں اللہ تعالیٰ کو، فرشتوں کو، آسمانی کتابوں کو، رسالت کو، آخرت کو، جزاوسزا کو اور جنت ودوزخ کو یہ سب مانتے ہیں اس کے علاوہ جن رشتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے اہل کتاب کے نزدیک بھی ان سے نکاح حرام ہے۔(۴) بہتر یہی ہے کہ اہل اسلام میں سے کسی عورت سے نکاح کیا جائے اور کتابیہ کی طرف توجہ نہ دی جائے۔

---

(۱) المائدہ:۵

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۲۶۰

(۳) الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، ۴/ ۳۶۵

(۴) سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، لاہور: فرید بک سٹال، طبع اول، ۱۴۲۰ھ، ۳/ ۹۱-۹۲

کافرومشرک مرد یا عورت سے نکاح:

مسلمان عورت یا مرد کا کسی بھی کافر و مشرک شخص سے نکاح کرنا شرعی طور پر حرام ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ------وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ"(۱)

(اور مشرک عورتیں جب تک مسلمان نہ ہو جائیں، ان سے نکاح نہ کرو اور ایک مسلمان باندی بھی (آزاد) مشرک خاتون سے بہتر ہے گو وہ تم کو ہند ہو(اور مسلمان عورتوں کا) مشرک مردوں سے، جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں نکاح نہ کرو۔ کیوں کہ یہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنی توفیق دے کر جنت اور مغفرت کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ لوگوں کے لیے احکام کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں)

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر مین بیان کرتے ہیں۔

"اس پر اُمت کا اجماع واتفاق ہے کہ مشرک قوموں کے نہ مردوں سے نکاح ہو سکتا ہے نہ عورتوں سے اس کا مقصد ایک مسلمان خاندان کے ایمان کی حفاظت ہے"(۲)

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں۔

"آیت کی رو سے مؤمن عورت کا کافر مرد سے نکاح قطعاًنا جائز ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان عورت کا کفر میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، کیوں کہ عموماً مرد بیوی کو اپنے دین کی طرف دعوت دیتا ہے اور عورت اس کو قبول کر لیتی ہے"(۳)

آیت میں اہل شرک سے نکاح نہ کرنے کی جو علت بیان کی گئی ہے (کیوں کہ یہ دوزخ کی طرف بلاتے

---

(۱) البقرہ:۲۲۱

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۹۲

(۳) الکاسانی، علاءالدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۲/ ۲۷۱

ہیں)اس سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ہر مشرک وبدعتی سے میل جول رکھنا ممنوع ہے۔لہذا اگر کوئی کافر و مشرک مرد اور عورت مسلمان ہو جائے تو پھر اس سے بالا اتفاق نکاح جائز ہے۔

لونڈی سے نکاح:

آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت موجود ہو تو پھر لونڈی سے نکاح جائز نہیں لیکن اگر آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت نہ ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر لونڈی سے نکاح جائز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ"(۱)

(تم میں سے جو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ان عورتوں سے نکاح کرے، جو تمہاری ملکیت میں ہیں یعنی تمہاری مومن باندیاں)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت نہ ہو تو مسلمان باندی سے نکاح کی اجازت ہے کیوں کہ آزاد عورت کی نسبت باندی کا مہر کم ہوتا ہے۔(۲)

نسبی حرمت:

نسبی تعلق سے حرام کی ہوئی عورتیں یہ ہیں مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھائی کی بیٹیاں، بہنوں کی بیٹیاں، یہ کل ساتھ عورتیں ہیں۔

ماں:"ماں کے حکم میں نانی، دادی اور پورا مادری سلسلہ ہے"؛بیٹی کے حکم میں نواسی، نواسے اور ان کا سلسلہ ہے ۔(۳)

بہنیں:عینی ہوں یا اخیافی یا علاتی سب اس میں شامل ہیں۔

پھوپھیاں:اس میں باپ کی سب مذکر اصول یعنی نانا، دادا کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔

خالائیں:اس میں ماں کی سب مونث اصول(یعنی نانی دادی) کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔

---

(۱) النساء:۲۵

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۲۰۱

(۳) ایضاً، ۱/ ۱۹۹

بھتیجیاں: بھائی کی بیٹی خواہ سگی ہوں یا سوتیلی

بھانجیاں: بہن کی بیٹی خواہ سگی ہو یا سوتیلی

سسرالی حرمت:

شادی کی وجہ سے چار رشتے حرام ہے۔

بیوی کی ماں: یعنی ساس اس میں بیوی کی نانی، دادی بھی داخل ہے۔

مدخولہ بیوی کی بیٹی: لیکن اگر دخول سے پہلے عورت کو طلاق دی ہو تو پھر اسی عورت کی بیٹی سے نکاح حرام نہیں۔

باپ کی بیوی: یعنی سوتیلی ماں، دادا اور نانا کی بیوی بھی اس میں شامل ہیں۔

بیٹے کی بیوی: یعنی بہو، پوتے اور دوہتے کی بیویاں بھی اس میں شامل ہیں۔

مولانا رحمانی رقم طراز ہیں۔

> "بیوی کی ماں، اس کی بیٹی، بہو وغیرہ شامل ہیں۔ جیسے بیوی کی بیٹی حرام ہے، بیوی کی پوتی اور نواسی کا بھی یہی حکم ہے"(۱)

رضاعت کی حرمت:

جس عورت نے بچپن میں دودھ پلایا ہو اس سے نکاح کرنا مسلمان کے لئے حرام ہے، وہ رشتے جو نسب سے حرام ہیں وہی ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

> "يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ"(۲)
>
> (جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام قرار پاتے ہیں رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہیں)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک رضاعت کی مدت اڑھائی سال ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے۔

> "حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا"(۳)
>
> (دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے)

الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی میں ہیں۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۹۹

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الشھادات، باب الشھادۃ علی الانساب والرضاع المستفیض، رقم الحدیث: ۲۶۴۵

(۳) الاحقاف: ۱۵

"مدة الرضاع ثلاثون شهرا عند أبي حنيفة رحمه الله"(۱)

لہذا حرمت رضاعت کے بعد کسی بھی شخص پر رضاعت قائم نہیں ہوتی، حرمت کے رشتوں والی عورتوں کے علاوہ دیگر تمام عورتیں نکاح کے لیے حلال ہیں۔ ہر شخص جو اہلیت نکاح رکھتا ہے وہ نکاح کرے، اور تجرد کی زندگی نہ گزارے اور اگر مال کی تنگی کا سامنا ہو تو آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی بجائے لونڈیوں سے نکاح کرے۔

حق مہر سے متعلق احکام:

حق مہر اس مال کو کہتے ہیں جو عقد نکاح کے موقع پر شوہر اپنی منکوحہ کو نقدی رقم یا کسی بھی مال و متاع کی صورت میں حسب توفیق ادا کرتا ہے۔ مہر کے لئے قرآن مجید میں مندرجہ ذیل ناموں کا ذکر کیا گیا۔ صداق، نحلہ، فریضہ، اُجور۔

ابن قدامہ نے مہر کے نو نام بیان کئے ہیں۔

"الصَّدَاقُ، وَالصَّدَقَةُ، وَالْمَهْرُ، وَالنِّحْلَةُ، وَالْفَرِيضَةُ، وَالْأَجْرُ، وَالْعَلَائِقُ، وَالْعُقْرُ، وَالْحِبَاءُ"(۲)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ النساء کی آیت میں مہر کا تذکرہ کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً"(۳)

(اور بیویوں کو خوش دلی کے ساتھ ان کا مہر ادا کر دو)

عہد جاہلیت میں عورت کا مہر اس کا ولی وصول کرتا تھا، اور اگر کہیں شوہر کو دینا بھی پڑ جاتا تو بہت تلخی کے ساتھ دیتا تھا۔

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

اس میں تین باتوں کا تذکرہ ہے ایک: یہ کہ عورتوں کا مہر خود اُن کو ملنا چاہیے۔ دوسرا: عورتوں کو اُن کے مہر خوش دلی سے دے دو۔ تیسرا: اگر عورتیں خود اپنے مہر کا پورا حصہ یا کم از کم کچھ حصہ معاف کر دیں تو کچھ حرج نہیں، لیکن جبراً ان سے معاف نہ کروایا جائے۔(۴)

---

(۱) المرغینانی، علی بن ابی بکر، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الرضاع، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱/۲۱۷

(۲) ابن قدامہ، محمد عبد اللہ بن احمد، المغنی، قاھرہ: مکتبہ قاھرہ، ۱۳۸۸ھ، ۷/۲۰۹

(۳) النساء: ۴

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۸۹

مہر عوضانہ یا تحفہ اس بارے میں مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے بہت وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کو کھول کر بیان کیا ہے۔

”صداق یا مہر شریعت اسلامی میں بیوی کی وہ قیمت نہیں جو شوہر اُن کے اولیاء کو دے کر ان سے حاصل کرتا ہے بلکہ مہر بہ طور ایک نذرانہ کے ہے، جو شوہر بہ غرض اکرام واعزاز براہ راست بیوی کو پیش کرنا اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے۔“(۱)

لہٰذا مہر خوشی سے دیا جانے والا تحفہ ہے، جو عزت کے اظہار کے لئے دیا جاتا ہے، عوضانہ نہیں اور اس کا ادا کرنا مرد پر واجب ہے۔

مہر کی مقدار:

مہر کی زیادہ سے زیادہ کوئی مقداد متعین نہیں، مہر کی مقدار کے حوالے سے شریعت نے کوئی پابندی عائد نہیں کی بلکہ اسے خاوند کی حیثیت پر موقوف کر دیا۔ ابن رشد لکھتے ہیں۔

”وَأَمَّا قَدْرُهُ فَإِنَّهُمُ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ لِأَكْثَرِهِ حَدٌّ“(۲)

(جہاں تک مقدار مہر کا تعلق ہے، پس سب فقہاء کا اتفاق ہے، کہ زیادہ مہر کی کوئی حد نہیں)

البتہ کم مہر کے بارے میں علماء وفقہاء کا اختلاف ہے امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک کم مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں، امام مالکؒ کے نزدیک مہر کی قلیل مقدار تین درہم ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دس درہم (۳)

”وَلَا مَهْرَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ“(۴)

(دس درہم سے کم میں حق مہر نہیں)

لہٰذا یہ بھی یاد ہے کہ بتیس روپے حق مہر مقرر کرنا یا اسے شرعی مہر قرار دینا قطعاً جائز نہیں، کیوں کہ کتاب وسنت میں کوئی ایسی صحیح وصریح دلیل موجود نہیں جس سے ثابت ہو کہ بتیس روپے حق مہر ادا کرنا مسنون ہے۔ مختصر

---

(۱) دریابادی، عبد الماجد، تفسیر ماجدی، لاہور: پاک کمپنی، ص:۲۱۲

(۲) ابن رشد، محمد بن احمد بن محمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ۳/۴۵

(۳) ایضاً: ۳/۴۵

(۴) دار قطنی، علی بن عمر بن احمد، سنن الدار قطنی، کتاب النکاح، باب المہر، رقم الحدیث: ۳۶۰۱

یہ کہ اسلام کا مطلوب مہر نہ تو لڑکے کی حیثیت سے اتنا زیادہ ہو کہ اسے ادا کرنے کے لئے اپنا آپ گروی رکھوانا پڑ جائے، اور نہ ہی اتنا قلیل ہو کہ جس کو لیتے ہوئے عورت خفت محسوس کرے۔

طلاق سے متعلق احکام:

طلاق کے معنی چھوڑ دینا، آزاد کر دینا، جدائی اختیار کر لینا کے آتے ہیں۔ طلاق سے مراد نکاح کا بندھن کھول دینا یعنی بیوی کو اپنی قید نکاح اور زوجیت سے نکال دینا۔

تاج العروس میں علامہ زبیدی رقم طراز ہیں۔

"طَلَقت المرْأَةُ من زوْجِها"(۱)

(عورت اپنے شوہر سے جدا ہو گئی)

اسلام مرد کو طلاق کا اختیار دیتا ہے چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے اس لیے ان حقوق سے دست بردار ہونے کا اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ"(۲)

(یہ طلاق دو بار تک ہے اس کے بعد یا تو بھلے طریقے پر روک رکھنا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا)

اور طلاق کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ"(۳)

(جن چیزوں کو حلال رکھا گیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے)

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں دو باتوں کی ہدایت کی گئی ہے ایک یہ کہ اگر طلاق دینی ہو تو رجعی طلاق دے۔ تا کہ غور و فکر کا موقع مل جائے اور رجوع کی گنجائش رہے، دوسری بات رجعی طلاق دینے کی صورت میں عدت گزرنے

---

(۱) الزبیدی، حسین بن محمد، تاج العروس من جواھر القاموس، ۹۲/۲۶

(۲) البقرہ:۲۲۹

(۳) ابن ماجہ، محمد بن یزید بن عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب حدثنا سوید بن سعد، رقم الحدیث:۲۰۱۸

تک رجوع کی گنجائش ہے۔(۱)

لہذا رجعی طلاق کی تعریف مولانا رحمانی یوں بیان کرتے ہیں۔

"طلاق رجعی سے مراد ہے طلاق کے صریح لفظ سے بیوی ایک بار یا زیادہ سے زیادہ دو بار طلاق دینا"(۲)

لہذا طلاق رجعی سے مراد صریح اور واضح الفاظ میں دی جانے والی طلاق ہے، تو طلاق یافتہ ہے یا میں نے تجھے طلاق دی جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ"(۳)

(پھر اگر شوہر بیوی کو (تیسری) طلاق دے دے، تو اب وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہ ہو گئی)

مرد کو ایک عورت سے نکاح کرنے کے بعد ایک سے تین طلاق کا اختیار ہے، اگر کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو اب یہ طلاق مغلظہ ہو گئی۔ اس آیت کی رو سے اب نکاح کا رشتہ ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق کی تعداد کو تین تک محدود کر دیا تا کہ عورت بار بار اس تکلیف دہ مرحلے سے نہ گزرے۔

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں دو باتوں کا تذکرہ ہے، اول یہ کہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں نہیں دینی چاہیں، ہر طلاق کے بعد ایک حیض کا وقفہ رکھنا چاہیے، تا کہ غور و فکر کا موقع مل جائے، اگر کوئی شخص ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دیتا ہے تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔ علامہ ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، روافض غیر مقلدوں کے سوا پوری اُمت کا اس پر اجماع ہے۔(۴)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی اس بارے میں لکھتے ہیں۔

"والذي يظهر لي رجحان رأي الجمهور: وهو وقوع الطلاق ثلاثاً

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۹۶

(۲) ایضاً: ۱/۹۶

(۳) البقرہ: ۲۳۰

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۹۷

إذا طلق الرجل امرأته دفعة واحدة"(۱)

(میرے لیے جمہور کی رائے ہی راجح ہے کہ جب آدمی ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے دیتا ہے تو وہ تینوں ہی واقع ہو جاتی ہے)

لہذا اکٹھی تین طلاقیں دینا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے اور نبی کریم ﷺ کی ہدایات کے بالکل برعکس ہے، ایک ہی مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دینا حرام ہے اسی لئے علماء اسے بھی طلاق بدعی کہتے ہیں۔ مولانا رحمانی اس بارے میں ایک حدیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت حفص بن مغیرہؓ نے اپنی بیوی حضرت فاطمہ بن قیسؓ کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دے دی تھی، آپ ﷺ نے انہیں واقع فرمایا۔ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

"أَنَّ حَفْصَ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ"(۲)

دوسرا نقطہ نظر اگر کوئی شخص ایک ہی مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دے تو اس کی یہ طلاقیں ایک ہی شمار ہو گی اس بارے میں مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ نہ قرآن سے اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے، نہ حدیث مبارکہ سے اور نہ سلف صالحین کے اقوال سے، قرآن کی اس آیت سے ظاہر ہے کہ طلاق کی تعداد کا تعلق مجلس سے نہیں ہے کہ کتنی مجلسوں میں دی ہے بلکہ اس بات سے ہے کہ کتنی بار طلاق دی ہے؟ دوبار دی تو دو واقع ہو گی اور تین بار دی تو تین"(۳)

"أجمعوا على انه من قال لامراته أنت طالق ثلاثا يقع ثلاثا بالإجماع"(۴)

(فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں تو اجماعاً تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی)

---

(۱) الزحیلی، وھبہ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق: دارالفکر، ۹/۳۸۹

(۲) دار قطنی، علی بن عمر بن احمد، سنن الدار قطنی، باب المہر، کتاب الطلاق والخلع والا یلاء، رقم الحدیث: ۳۹۲۲

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۹۷

(۴) المظہری، محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ۱/۳۰۰

جنہوں نے تین طلاقوں کو ایک شمار کیا ہے اُن کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ابتدائی عہد خلافت میں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔

اس کا جواب مولانا مفتی محمد شفیعؒ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ابتدائی دو سالوں تک یہ طریقہ جاری رہا پھر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے میں محسوس کیا کہ اب صدق و دیانت کا معیار کم ہو رہا ہے اور بمطابق حدیث آئندہ اور کم ہو جائے گا اور لوگ تین طلاقیں دے کر لوگ یہی کہے گے کہ میری نیت ایک طلاق کی تھی۔ آپ کی دور س نگاہوں نے یہ محسوس کیا کہ اب لوگوں کی دیانت اور نیت پر بھروسہ کر کے تین کو ایک قرار دینا مناسب نہیں، اس لیے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر کے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آسانی کو نظر انداز کر کے بیک وقت تین مرتبہ طلاق کے الفاظ استعمال کرے گا اس کی بیوی کو ہم مطلقہ ثلاثہ ہی کہیں گے اور اس کی یہ بات نہ سنی جائے گی کہ اس نے نیت صرف ایک طلاق کی کی تھی۔(۱)

لہذا ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہی نقطہ نظر اہل سنت والجماعت اور سلف صالحین کا ہے۔ اس آیت کا دوسرا حصہ حلالہ کے بارے میں ہے۔ مولانا صاحب لکھتے ہیں۔

"کسی مرد کا مطلقہ سے خاص اس نیت سے نکاح کرنا کہ وہ اس کو اس کے شوہر اول کے لئے حلال کر کے طلاق دے دے گا سخت گناہ اور مذموم ہے"(۲)

لہذا اب سوال یہ ہے کہ اگر کسی نے یہ بات دل میں چھپالی اور نکاح کے وقت ایجاب و قبول میں اس کا اظہار نہ کیا اور ہم بستری کے بعد طلاق دے دی تو کیا وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو گئی؟ بعض فقہاء کے نزدیک وہ حلال نہیں ہوگئی یہ رائے امام ابو یوسفؒ کی ہے، لیکن بعض فقہاء کے نزدیک حلال ہو جائے گی یہ رائے امام ابو حنیفہؒ کی ہے کیوں کہ عقود و معاملات میں حکم معاملہ کی ظاہری صورت پر لگتا ہے نہ کہ دلوں میں چھپے ہوئے ارادہ پر۔(۳)

حلالہ کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"لعن الله المحلل، والمحلل له"(۴)

(حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

(۱) عثمانی، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ۱/۵۶۸

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۹۷

(۳) ایضاً: ۱/۹۷

(۴) ابن ماجہ، محمد بن یزید بن عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب المحلل والمحلل لہ، رقم الحدیث: ۱۹۳۶

"وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ"(۱)

(اور اپنے میں سے دو معتبر لوگوں کو گواہ بنالو اور اللہ کے واسطے ٹھیک گواہی دو)

اس آیت مبارکہ میں گواہ بنانے کے بارے میں تذکرہ ملتا ہے عدل سے مراد گواہوں کا نیک ہونا ہے۔ مولانا رحمانی اس بارے میں لکھتے ہیں۔

"بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس میں طلاق پر گواہ بنانے کا حکم ہے اور بعض کے نزدیک طلاق اور رجعت دونوں پر، اکثر کے نزدیک رجعت پر لیکن امام شافعیؒ کے سوا دوسرے فقہاء کے نزدیک گواہ بنانا واجب نہیں ہے مستحب ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک رجعت پر گواہ بنانا واجب ہے"(۲)

پھر مولانا رحمانی اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔

"گواہی دینے کا تعلق رجعت سے ہے اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ رجعت نکاح کی طرح ہے اور نکاح میں گواہ بنانا ضروری ہے ۔(واللہ اعلم)"(۳)

لہذا سورۃ طلاق کی اس آیت کی تشریح وتوضیح میں علماء کے تین قول ہیں۔

(۱) رجعت کے وقت گواہ بنانا ضروری ہے۔

(۲) رجعت اور طلاق دونوں میں گواہ بنانا ضروری ہے۔

(۳) طلاق کے وقت گواہ بنانا ضروری ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں جریج نے عطاء بن ابی رباح کا قول نقل کیا ہے۔

"لَا يَجُوزُ فِي نِكَاحٍ وَلَا طَلَاقٍ وَلَا رِجَاعٍ إِلَّا شَاهِدَا عَدْلٍ، كَمَا قَالَ اللَّهُ، عَزَّ وَجَلَّ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِنْ عُذْرٍ"(۴)

(کہ نکاح اور رجوع عادل شاہدوں کے بغیر جائز نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مگر سوائے عذر کے)

---

(۱) الطلاق:۲

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/۴۶۸۔۴۶۷

(۳) ایضاً:۳/۴۶۸۔۴۶۷

(۴) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ۸/۱۴۵

اہل علم کی درج بالا آراء سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ نکاح، طلاق اور رجوع کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے، صالح گواہ ہوں گے تو ان کی نصیحت اصلاح کا باعث بنے گی۔

خلع سے متعلق احکام:

خلع کے لغوی معنی اُتارنا جیسے کپڑے اُتارنا، جوتا اُتارنا وغیرہ۔ گویا نکاح کے ذریعے زوجین ایک لباس میں ہو جاتے ہیں اور خلع کے ذریعے وہ اس لباس کو اُتار پھینکتے ہیں۔ جس طرح اللہ نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے، اسی طرح اگر عورت چاہے تو شریعت نے اُس کو بھی خلع کی اجازت دی ہے۔

عبد الرحمٰن الجزیری خلع کی لغوی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"خلع الرجل امرأته وخالعت المرأة زوجها مخالعة"(۱)

(یعنی مرد نے اپنی عورت کو علیحدہ کر دیا یا عورت نے اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کر لی)

خلع کی اصطلاحی تعریف علامہ ابن ہمامؒ نے اس طرح بیان کی ہے۔

"إِزَالَةُ مِلْكِ النِّكَاحِ بِلَفْظِ الْخُلْعِ"(۲)

(خلع کے لفظ کے ذریعے معاوضہ لے کر ملک نکاح کو زائل کرنا)

خلع ایک طرح کا معاہدہ ہے جس میں شوہر نکاح سے حاصل ہونے والے اختیارات کسی طے شدہ بدل کے عوض ختم کر دیتا ہے۔ خلع کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ"(۳)

(اگر تم کو اندیشہ ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے، پھر عورت اپنی رہائی کے لئے کچھ دے دے تو زوجین پر (اس طرح معاملہ طے کرنے میں) کچھ مضائقہ نہیں)

مولانا رحمانی اس بارے میں لکھتے ہیں۔

"خلع طلاق کی ایک صورت ہے جس میں مرد عورت سے طلاق دینے کا

---

(۱) الجزیری، عبد الرحمٰن بن محمد، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ۴/۳۴۲

(۲) ابن ہمام، محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۴/۲۱۰

(۳) البقرہ: ۲۲۹

معاوضہ حاصل کرتا ہے۔ فقہاء کے یہاں یہ طلاق بائن ہے یعنی عدت میں مرد
کو لوٹانے کا حق حاصل نہیں لیکن فریقین کی رضامندی سے نئے مہر پر دوبارہ
نکاح ہو سکتا ہے البتہ طلاق کی طرح عدت خلع میں بھی واجب ہوتی ہے "(۱)

اگرچہ خلع ایک بُری چیز ہے جس طرح طلاق بُری چیز ہے، لیکن جب خوف ہو کہ حدود اللہ ٹوٹ جائے گی تو خلع لینے میں کوئی بُرائی نہیں۔ اسلام میں سب سے پہلا خلع ثابت بن قیسؓ سے ان کی دونوں بیویوں نے لیا تھا۔ علامہ بیضاویؒ اُس کو طلاق بالعوض قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بظاہر یہ طلاق ہے کیوں کہ اس میں شوہر کی مرضی سے جدائی ہوتی ہے، اس
طرح یہ طلاق بالعوض ہے "(۲)

درج بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ خلع بھی طلاق ہی کی ایک صورت ہے، خلع کے لئے عورت اپنا پورا مہر یا اس کا ایک حصہ پیش کر کے علیحدگی کا مطالبہ کرے اور مرد اس کو قبول کر کے طلاق دے دے۔ تاہم فقہاء نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا ہے، کہ خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح بعض کے نزدیک خلع طلاق ہے اور بعض کے نزدیک فسخ نکاح ، خلع کو طلاق کہنے والوں نے صحیح بخاری میں موجود ثابت بن قیسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے ثابت بن قیسؓ کو حکم دیا۔

"طَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً"(۳)

(اسے طلاق دے دو)

لہٰذا شریعت میں یہ بات مطلوب ہے کہ رشتہ نکاح ایک دفعہ قائم ہو جائے تو پھر اسے توڑا نہ جائے، اس لیے طلاق کی طرح خلع کو پسند نہیں کیا گیا، اسی وجہ سے جس طرح مرد کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ طلاق اور تفریق کا اختیار بالکل مجبوری کی حالت میں استعمال کرے اسی طرح عورت کو بھی ہدایت دی گئی یہ قدم اس کو اُس وقت اُٹھانا چاہیے جب کوئی دینی، اخلاقی یا معاشی حق تلفی ہو رہی ہو یا اُس پر کوئی ناقابل برداشت معاشرتی ظلم ہو رہا ہو، عورت کا بلاضرورت خلع کا مطالبہ کرنا مکروہ ہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۹۶

(۲) البیضاوی، عبداللہ بن ابی القاسم، انوار التنزیل واسرار التاویل، ۱/۱۴۲

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، رقم الحدیث: ۵۲۷۳

ظہار سے متعلق احکام:

ظہار کا لفظ ظہر سے ماخوذ ہے جس کا معنی پشت، پیٹھ کے ہیں، یعنی کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تو مجھ پر میری ماں بہن جیسی ہے، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن کفارہ ادا کئے بغیر بیوی کے پاس جانا حرام ہے۔

تاج العروس میں ظہار کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"أَنْت عليَّ كظَهْرِ أُمّي"(۱)

(تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی مانند ہے)

زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ طلاق کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا، اسلام نے اس سے منع کیا اور جو کوئی ظہار کرے اس پر کفارہ واجب ہے۔ قرآن مجید میں اس کا یوں تذکرہ ملتا ہے۔

"وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ذَلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا"(۲)

(تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں تو (اس کی وجہ سے) وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں تو وہی ہیں، جنھوں نے ان کو جنا ہے اور یقیناً وہ ایک نامعقول اور جھوٹی بات اپنی زبان سے نکال رہے ہیں اور بے شک اللہ خوب خوب معاف کرنے والے ہیں۔ اور جو لوگ اپنی بیوی سے ظہار کر بیٹھیں، پھر اپنی زبان سے رجوع کرلیں تو ان کے ذمہ ایک دوسرے سے ہم بستری کرنے سے پہلے ایک غلام کو آزاد کرنا ہے تم کو اس کی ہدایت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے باخبر ہیں، پھر جس کو غلام میسر نہ ہو، تو اس کو ہم بستری سے پہلے مسلسل دو مہینوں کے روزے رکھنے چاہییں، جو کچھ یہ بھی نہ کرسکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے)

مولانا رحمانی ظہار کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"ظہار اپنی بیوی کو کسی محرم رشتہ دار سے یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ

---

(۱) الزبیدی، حسین بن محمد، تاج العروس من جواھر القاموس، ۱۲/۴۹۱

(۲) المجادلہ: ۴-۳

دینے کا نام ہے، جس کو دیکھنا حرام ہے"(۱)

ظہار کے احکام بیان کرتے ہوئے مولانا رحمانی رقم طراز ہیں۔

اول: یہ کہ بیوی کو ماں کی طرح کہنا گناہ، جھوٹ اور بیوی کی ایذاء رسانی ہے اور اس گناہ کے لئے توبہ کرنی چاہیے۔ دوسرا: حکم یہ ہے کہ اگر کوئی ظہار کر بیٹھے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب تک کفارہ ادا نہ کر دے بیوی سے ہم بستری جائز نہیں، تیسری بات: ظہار کا کفارہ ترتیب کے ساتھ ادا کرے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، لہذا ہم بستر ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرنا ضروری ہے، اور ظہار مرد کی طرف سے معتبر ہے نہ کہ عورت کی طرف سے، اگر کسی نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا اور نہ کفارہ ادا کیا اور نہ بیوی کا صنفی حق ادا کرتا ہے، تو قاضی اسے مجبور کرے گا کہ کفارہ ادا کرے یا بیوی کا حق ادا کرے یا طلاق دے دے۔(۲)

ظہار کا کفارہ:

(۱) غلام آزاد کرنا

(۲) ساٹھ دن کے مسلسل روزے رکھنا

(۳) ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

لہذا قرآن مجید میں جو تین کفاروں کا تذکرہ ملتا ہے اگر کوئی شخص ان تین کفاروں سے عاجز ہو تو اس وقت تک انتظار کرے جب تک وہ ان میں سے کسی ایک پر قادر نہ ہو جائے۔ ظہار کا انحصار مرد کی نیت پر ہو گا اگر شوہر بیوی کو احتراماً ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے تشبیہ دے تو اس کی نیت ظہار کی ہو تو بغیر کفارہ کے ظہار ختم نہیں ہو گا۔ لہذا کوئی بھی شخص اس بے ہودہ حرکت کا ارتکاب نہ کرے۔

ایلاء سے متعلق احکام:

لغت میں ایلاء قسم کھانے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھنے کو ایلا کہتے ہیں۔ بشر طیکہ چار ماہ سے زائد عرصہ کی مباشرت کی قسم نہ کھائی جائے۔

لسان العرب میں ابن منظور افریقی رقم طراز ہیں۔

"آلَى يُؤْلِي إِيلَاءً: حَلَفَ"(۳)

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/۴۰۳

(۲) ایضاً: ۳/۴۰۳

(۳) ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، ۱۴/۴۰

(ایلاء لغت میں مطلقاً قسم کے لیے آتا ہے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ"(۱)

(جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کریں، ان کے لئے چار ماہ رُکے رہنا ہے پس اگر انہوں نے لوٹا لیا۔ تو بے شک اللہ معاف کرنے والے نہایت مہربان ہیں)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایلاء کی مدت چار ماہ ہے، ایلاء کے بارے میں مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں، زمانہ جاہلیت میں مروجہ طلاق کی صورتوں میں سے ایک صورت ایلاء کی تھی۔ اسلام نے اس کی اصلاح کی اور ایلاء کو طلاق قرار نہ دیا، اور اس کی مدت چار ماہ مقرر کی تاکہ شوہر چار ماہ غور و فکر کرے۔ اس مدت کے دوران بھی بیوی سے رجوع نہ کیا تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور مرد کو لوٹانے کا حق حاصل نہیں البتہ دوبارہ رضامندی سے نئے مہر پر نکاح کر سکتے ہیں۔

اگر اس مہلت کے اندر رجوع کر لیا تو قسم کی خلاف ورزی پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہو گا۔ یہ ساری تفصیل فقہ حنفی کے مطابق تھی البتہ شوافع اور دیگر فقہاء کے نزدیک چار ماہ کی مدت گزر جانے کے بعد لوٹانے یا طلاق دینے کا حق حاصل ہے۔(۲)

لہٰذا اگر اس چار مہینے کے اندر بیوی سے مقاربت کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہو گا، اور ایلاء ساقط ہو جائے گا، اور اگر اس نے مقاربت نہ کی تو اس کی بیوی پر از خود طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

ایلاء کا کفارہ:

ایلاء کا کفارہ دس مساکین کو کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جو یہ نہیں کر سکتا اس پر تین دن کے مسلسل روزے رکھنا لازم ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں قسم توڑنے کا کفارہ یوں بیان ہوا ہے۔

"لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ

---

(۱) البقرہ:۲۲۶

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۹۴

أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ"(۱)

(اللہ تعالیٰ تمہاری بے ارادہ قسموں پر پکڑ نہیں فرمائیں گے لیکن جن قسموں کو تم نے پختہ ارادہ کے ساتھ کھایا ہو ان پر پکڑ کریں گے؛لہذا اس کا کفارہ دس مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے اوسط درجہ کا کھانا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان کو کپڑے پہنانا ،یا ایک غلام آزاد کرنا، پھر کسی کو یہ میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھ لے جب تم قسم کھا بیٹھو تو تمہاری قسموں کا کفارہ ہے)

عدت سے متعلق احکام:

عدت کے لغوی معنی شمار کرنے کے ہیں۔اس سے مراد وہ مدت انتظار ہے،جو نکاح کے ختم ہونے کے بعد شریعت نے مقرر کی ہے، طلاق پا جانے یا شوہر کے انتقال کے بعد ایک مدت تک دوسرے نکاح سے عورت کے رکے رہنے کو عدت کہتے ہیں۔عدت کی تعریف الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"عدۃ کی جمع عدد مستعمل ہے ،یہ لغت میں شمار کرنے کو کہتے ہیں ،جو کہ عدد سے ماخوذ ہے۔چونکہ یہ حیضوں یا مہینوں کے عدد پر مشتمل ہوتی ہے اس لیے اسے عدت کہتے ہیں"(۲)

اسلام نے عدت کے متعلق تفصیلی احکام دیئے ہیں ،تا کہ نسب اور وراثت کے جھگڑوں سے بچا جا سکے ۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف عورتوں کے عدت کے احکام واضح طور پر بیان کر دیئے ہیں۔عدت گزارنے والی عورت کو گھر سے نکلنا ایک غیر شرعی فعل ہے،عورت کے لئے رہائش،نان ونفقہ ،لباس وغیرہ کا بندوبست کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ(۳)

---

(۱) المائدہ:۸۹

(۲) الزحیلی،وھبہ بن مصطفی،الفقہ الاسلامی وادلتہ،۹/ ۵۸۹

(۳) الطلاق:۱

(اے پیغمبر !جب عورتوں کو طلاق دو تو ان کو ان کی عدت کے لحاظ سے طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو ،اور اللہ سے ڈرتے رہو ،جو تمہارے پروردگار ہیں ،نہ تم ان کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ،سوائے اس کے کہ وہ کھولی ہوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھیں ،یہ اللہ کی مقررہ کی ہوئی حدیں ہیں ،اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا تو اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے چار احکام بیان کیے ہیں۔ مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

اول: یہ کہ طلاق دیتے وقت عدت کا لحاظ رکھا جائے حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے اس سے عدت طویل ہو جائے گی۔ دوسرے: اس دوران طلاق نہ دے جس میں بیوی سے صحبت کی ہو کیوں کہ اس سے حمل کے ٹھہر جانے کا اندیشہ ہو تا ہے اور عدت بھی طویل ہو جاتی ہے۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ عدت کا حساب رکھا جائے کہ عدت کب شروع ہوئی اور کب ختم ہو گی؟ تاکہ مرد کو لوٹانے اور عدت کے اخراجات پورے کرنے کا عرصہ معلوم ہو۔ تیسرا حکم یہ ہے عدت کی حالت میں عورت کے لئے رہائش فراہم کرنا مرد پر واجب ہے جائز نہیں، چوتھا حکم یہ ہے کہ عدت گزارنے والی عورت کا خود اس گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ (۱)

سورۃ الطلاق کی آیت ۶۔۷ میں اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیئے ان کا خلاصہ لکھتے ہوئے مولانا رحمانی رقم طراز ہیں۔

عدت گزارنے والی عورت کو گھر سے نہ نکالا جائیں۔ اگر طلاق رجعی دی ہے تو پردہ کی ضرورت نہیں اور اگر طلاق بائن یا مغلظہ دی ہے تو پردہ کرنا لازم ہے۔ عدت میں رہائش کا انتظام مرد اپنی گنجائش کے مطابق کرے گا ،عورت کو تنگ نہ کیا جائے اس کے نان ونفقہ کا خیال رکھا جائے، خاص طور پر حاملہ عورت کیوں کہ اس کی عدت طویل ہوتی ہے۔ مطلقہ شیر خوار بچہ کو دودھ پلائیں تو شوہر دودھ پلانے کی اُجرت ادا کرے، لیکن اگر وہ اس کے نکاح میں ہے تو دودھ پلانے کی اُجرت طلب نہیں کر سکتی کیوں کہ یہ اس کا اخلاقی فریضہ ہے، اُجرت آپسی مشورہ سے طے ہونی چاہیے اور اگر اتفاق رائے نہ ہو تو مرد کی ذمہ داری ہے، کہ وہ کسی اور عورت سے دودھ پلوائے یا کسی اور طریقے سے دودھ کا انتظام کرے۔ (۲)

مطلقہ حائضہ کی عدت:

جس عورت کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم ہو چکے ہوں اور اس کو ماہواری بھی آتی ہو اگر اس کو طلاق ہو جائے تو اس کی عدت تین حیض ہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/۴۶۶

(۲) ایضاً: ۳/۴۷۰

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوءٍ"(۱)

(اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ تین حیض تک (دوسرے نکاح سے) رکی رہیں)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

"طلاق کے بعد عدت واجب ہے جو تین حیض ہے عدت کا مقصد نسب کی حفاظت ہے البتہ یہ تین حیض ایسی جوان عورتوں کی عدت ہے جو حاملہ نہ ہوں ،حاملہ عورتوں کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے"(۲)

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

أَنْ تَعْتَدَّ بِثَلَاثِ حِيَضٍ(۳)

(وہ تین حیض عدت گزارے)

نابالغہ اور آئسہ کی عدت:

نابالغہ خاتون جسے ابھی حیض نہیں آتا یا جو بوڑھی ہونے کی وجہ سے حیض سے محروم ہو چکی ہے، ان دونوں کی عدت تین ماہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ"(۴)

(اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض آنے سے نااُمید ہو چکی ہوں تو اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے، اور یہی ان عورتوں کی عدت ہے، جن کو ابھی حیض آنے کی نوبت ہی نہیں آئی)

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

---

(۱) البقرہ:۲۲۸

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید،۱/ ۹۵

(۳) ابن ماجہ، محمد بن یزید بن عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب خیار الامۃ اذا اعتقت، رقم الحدیث:۲۰۷۷

(۴) الطلاق:۴

"اگر تم کو معلوم نہ ہو کہ آئسہ اور نابالغہ کی عدت کیا ہے؟ اور اس وجہ سے تمہیں اس مسئلہ میں شبہ ہو رہا ہو تو سمجھ لو کہ ان کی عدت تین ماہ ہے"(۱)

حاملہ کی عدت:

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے چاہے وہ مطلقہ ہو یا وہ جس کا شوہر فوت ہو چکا ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ"(۲)

(اور حاملہ کی عدت یہ ہے کہ ان کو ولادت ہو جائے)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

"حاملہ کی عدت ولادت ہے"(۳)

بیوہ کی عدت:

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا"(۴)

(اور تم میں سے جن لوگوں کی وفات ہو جائے اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں)

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں چار باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اول: یہ کہ شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، چاہے شوہر کے ساتھ یکجائی ہو یا نہ ہو عدت وفات واجب ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ عدت ان عورتوں کے لئے ہے جو حاملہ نہ ہو، تیسری: عدت کے درمیان عورت اپنے آپ کو زینت وزیبائش سے باز رکھے، جیسے خوشبو، سرمہ، کاجل، اور رنگین کپڑے زیور وغیرہ۔ چوتھی: عدت گزرنے کے بعد عورت کو اپنا دوسرا نکاح کرنے کی اجازت اولیاء کے لئے رکاوٹ پیدا کرنا جائز نہیں۔(۵)

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/۴۶۸

(۲) الطلاق: ۴

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/۴۶۸

(۴) البقرہ: ۲۳۴

(۵) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۰۰

غیر مدخولہ کی عدت:

جس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد ازدواجی تعلقات قائم نہ ہوئے ہوں تو اس کے لئے عدت نہیں اس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا"(۱)

(جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی ان کو طلاق دے دو تو تمہارا ان پر اختیار نہیں ہے کہ تم ان سے عدت گذرواؤ، لہٰذا تم ان کو (رخصتانہ کے طور پر) کچھ تحفہ دے دو۔)

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں تین احکام کا تذکرہ کرتے ہیں۔

پہلا حکم یہ ہے کہ نکاح ہوا لیکن ازداوجی تعلق قائم نہیں ہوا اور طلاق کی نوبت آگئی تو ایسی عورت کے لئے کوئی عدت نہیں، اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا تو تحفہ دینا واجب ہے جس کو متاع کہتے ہیں۔ اور اگر مہر مقرر ہو گیا تو مہر کی آدھی رقم واجب اور تحفہ دینا مستحب ہو گا۔ دوسرا حکم اگر تعلق قائم نہیں ہوا اور طلاق کی نوبت نہیں آئی اور شوہر کا انتقال ہو گیا تو پھر پورا مہر واجب ہو گا اور عدت وفات بھی واجب ہو گی، تیسرا حکم یہ ہے کہ نکاح کے بعد ازداوجی تعلق قائم کرنے سے پہلے شوہر طلاق دے دے تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔(۲)

"یہ طلاق احناف کے نزدیک طلاق بائن کے حکم میں ہوتی ہے"(۳)

تمام تصریحات سے معلوم ہوا بیوہ عورت عدت کے دوران زیب وزینت نہ کرے بیوہ اور طلاق رجعی والی عورت شوہر کے گھر قیام کرے اور نفقہ حاصل کرے۔ بیوہ یا طلاق رجعی والی عورت عدت کے دوران دوسرا نکاح نہ کرے۔ عدت کے فوراً بعد نکاح ثانی کے لئے عجلت کرے، عدت کے شرعی قوانین کا تعلق صرف ان عورتوں سے ہے جو دائمی نکاح کے تحت شرعی زوجیت اختیار کرتی ہے۔ عدت گزارنا عورت کے لئے واجب ہے۔

میراث سے متعلق احکام:

میراث کی جمع مواریث آتی ہے، جس کے معنی "ترکہ" ہیں یعنی وہ مال جائیداد جو میت چھوڑ کر مرے۔ علم

---

(۱) الاحزاب:۴۹

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۳/۶۷۔۶۶

(۳) ایضاً:۳/۶۷۔۶۶

میراث کو علم الفرائض بھی کہتے ہیں۔ میراث کی اصطلاحی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

هِيَ عِلْمٌ بِأُصُولٍ مِنْ فِقْهٍ وَحِسَابٍ تُعَرِّفُ حَقَّ كُلٍّ مِنْ التَّرِكَةِ(۱)

(علم میراث وہ علم ہے جس سے میت کا ترکہ اس کے شرعی ورثاء کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم ہو)

دیگر احکام کی طرح قرآن مجید میں احکام میراث بھی ایک مناسب تدریج کے ساتھ نازل کئے گئے ہیں۔

اولاد کے متعلق احکام:

اولاد کا حصہ قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ"(۲)

(اللہ تم لوگوں کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتے ہیں کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہو گا، پھر اگر صرف عورتیں ہی ہوں دو سے زیادہ، تو متروکہ کا دو تہائی ان کا حق ہے اور اگر ایک ہی تو متروکہ کا آدھا)

مولانا رحمانی اولاد کا حصہ بیان کرتے ہوئے تین حالتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

ایک یہ کہ مرنے والے کے لڑکے اور لڑکیاں ہوں تو اس صورت میں لڑکوں کا دوگنا اور لڑکیوں کا آدھا ہو گا۔

"اس کی وجہ ظاہر ہے کہ شریعت نے ماں باپ، اولاد اور بیوی کے نفقہ کی ذمہ داری مردوں پر رکھی ہے نہ کہ عورتوں پر، پس اُن کی ذمہ داری زیادہ ہیں اس لئے ان کا حق بھی زیادہ رکھا گیا ہے"(۳)

دوسری صورت: صرف بیٹیاں ہوں تو متروکہ کا دو تہائی بیٹیوں کو مل جائے گا۔ تیسری صورت: اگر صرف ایک بیٹی ہو تو وہ کل متروکہ کے آدھے کی حق دار ہو گی۔ چوتھی صورت: اگر صرف بیٹے ہوں ایک یا ایک سے زیادہ

---

(۱) ابن عابدین، محمد امین بن عبد العزیز، رد المحتار علی الدر المختار، ۶/۷۵۷

(۲) النساء:۱۱

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۹۲

،تو ایسی صورت میں وہ دوسرے حصہ داروں کا حق دینے کے بعد کل متروکہ کے حق دار ہوں گے۔(۱)

والدین کے متعلق احکام:

اولاد کا حصہ ذکر کرنے کے بعد مرنے والے کے ماں باپ کا حصہ بتایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ“(۲)

اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے متروکہ کا چھٹا حصہ ہے ،بشرطیکہ میت کی اولاد ہو ،اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا حصہ ایک تہائی ہے، پھر اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو اس کی ماں کا حق چھٹا حصہ ہے،اس نے جو وصیت کی ہو اس کو پورا کرنے یا قرض ادا کرنے کے بعد یہ حصے ہیں)

مولانا رحمانی نے والدین کے حصوں کی تین صورتیں بیان کی ہے۔

پہلی صورت یہ ہے کہ مرنے والے کی اولاد ہو تو ماں باپ کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی متروکہ کا ایک تہائی ماں باپ میں برابر تقسیم ہو جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مرنے والے کی اولاد نہ ہو اور نہ بھائی یا صرف ایک بھائی ہو تو ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا اور تقسیم کے بعد جو کچھ بچ جائے گا وہ باپ کو ملے گا۔ تیسری صورت مرنے والے کی اولاد نہ ہو لیکن ایک سے زیادہ بھائی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور تقسیم کے بعد جو کچھ بچ جائے گا وہ باپ کو۔ اگر مرنے والے نے ماں، باپ، بیوی کو چھوڑا تو بیوی کا حصہ نکلنے کے بعد ایک تہائی ماں کو اور باقی باپ کو مل جائے گا۔(۳)

شوہر اور بیوی کے متعلق احکام:

اولاد اور والدین کا حصہ بیان کرنے کے بعد شوہر اور بیوی کے حصہ کی تعین کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۱۹۲

(۲) النساء:۱۱

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۱۹۳

”وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ“(۱)

(اور تمہاری بیویوں نے جو چھوڑا ہو، اگر وہ صاحب اولاد نہ ہوں تو تمہارے لیے اس کا آدھا ہے اور صاحب اولاد ہوں تو تمہارے لیے ان کے متروکہ کا چوتھائی حصہ ہے۔اگر تمہاری اولاد نہ ہو، اور اگر تم صاحب اولاد ہو، تو وہ تمہارے متروکہ کے آٹھویں حصہ کی حق دار ہیں۔تم کوئی وصیت کر جاؤ (تمہارے اوپر) دین ہو، تو اس کی ادائیگی کے بعد (یہ حصہ) ہے)

اس آیت کی تفسیر میں بیوی اور شوہر دونوں کی دو حالتیں بیان کی گئی ہے۔

”ایک صاحب اولاد ہونے کی اور دوسری لاولد ہونے کی۔اگر بیوی لاولد ہو تو شوہر کو اس کے متروکہ کا آدھا ملے گا، بیوی صاحب اولاد خواہ اسی شوہر سے یا دوسرے شوہر سے تو چوتھائی ملے گا، شوہر لاولد تھا تو بیوی کو اس کے ترکہ سے چوتھائی ملے گا اور صاحب اولاد ہو خواہ اس بیوی سے یا دوسری بیوی سے تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔اور شوہر بیوی کا حق وصیت کی تکمیل اور دین کی ادائیگی کے بعد ہی ملے گا“(۲)

کلالہ کی میراث:

علم میراث میں کلالہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے پیچھے اولاد اور والد دونوں میں سے کوئی نہ ہو۔ مولانا رحمانی کلالہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”کلالہ سے مراد وہ شخص ہے جس کا انتقال اس حال میں ہو کہ نہ اس کے والدین ہوں اور نہ اولاد“(۳)

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں۔

---

(۱) النساء:۱۲

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۱۹۴

(۳) ایضاً:۱/ ۲۵۱

"وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْكَلَالَةَ مَنْ مَاتَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَا وَالِد"(۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ"(۲)

(اور اگر کسی مرد یا عورت کا نہ بیٹا ہو اور نہ باپ اور اس کو ایک بھائی یا ایک بہن ہو، تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں وہ سب شریک ہیں)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

اگر ایک ماں شریک بھائی بہن ہو تو دونوں کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی سب کے درمیان تقسیم ہو گا، فقہاء کا اس بات میں اتفاق ہے کہ یہاں بہن سے مراد اخیافی بہن ہے۔(۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ -------وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ"(۴)

لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیں: اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں بتاتے ہیں، اگر کوئی ہلاک ہو جائے، اس کی اولاد نہ ہو، ہاں! اس کی بہن ہو، تو اس کے لئے متروکہ کا آدھا ہے اور وہ بھائی بہن کا وارث ہو گا بشرطیکہ بہن کی اولاد نہ ہو، پس اگر دو بہنیں ہوں تو ان دونوں کے لئے ترکہ کا دو تہائی ہے اور اگر چند بھائی بہن ہوں، مرد اور عورتیں، تو مرد کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے)

مولانا رحمانی اس بارے میں رقم طراز ہیں۔

---

(۱) القرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع الاحکام القرآن، ۵/۷۶

(۲) النساء:۱۲

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۹۴

(۴) النساء:۱۷۶

اگر ایک حقیقی یا علاتی بہن ہو تو اس کو آدھا حصہ ملے گا اور باقی عصبہ رشتہ داروں چچا، اور چچازاد بھائی کو ملے گا اگر یہ بھی نہ ہوں تو باقی آدھا بھی بہن کو مل جائے گا۔ اگر کلالہ مرد کے صرف بھائی ہوں خواہ ایک یا ایک سے زیادہ تو وہ اس کے پورے ترکہ کا وارث ہو گا۔ اگر کلالہ مرد کے صرف بہنیں ہوں خواہ دو ہوں یا دو سے زیادہ دو تہائی کی حق دار ہیں۔ اگر کلالہ مرد یا عورت کے بھائی بھی ہوں اور بہن بھی تو مرد کا حصہ عورت کے دوہرا ہو گا۔(۱)

یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ قانون وراثت ہے جسے نہ تبدیل کیا جا سکتا ہے نہ اس پر کوئی اعتراض ہونا چاہیے، لہذا ورثا کے حصص اللہ تعالیٰ نے خود مقرر کر دیے ہیں اور اسی کے مطابق ادا کیے جائیں، تا کہ کسی کی بھی حق تلفی نہ ہو، میراث کے علم سے بے خبری اور حد درجہ غفلت کا زیادہ بُرا اثر خواتین پر پڑتا ہے جس کے نتیجے میں بہنوں کا حصہ دینا ہی بند کر دیا جاتا ہے اور خود بڑے مزے سے باپ کا ترکہ آپس میں تقسیم کرتے ہیں، اور بہنیں اپنے باپ کی میراث سے عمر بھر کے لئے محروم ہو جاتی ہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۵۱

فصل دوم: مالی واقتصادی معاملات

احکام تجارت اور لین دین کے اصول و مسائل:

دین اسلام نے جہاں ہمارے خاندانی، معاشرتی، اخلاقی نظام بہتر بنانے میں ہماری رہنمائی کی ہے، وہیں تجارتی معاملات کو بحسن وخوبی انجام دینے کے لئے بھی کئی زریں اُصول عطا فرمائے ہیں۔ ان اسلامی اُصولوں پر عمل کر کے ہمارے بُزرگان دین نے سچائی اور دیانت داری کی مثالیں قائم فرمائیں۔ ان اسلامی اُصولوں میں ایک اہم بات دھوکہ دہی سے بچنا ہے۔ منافع حاصل کرنے کی نیت سے مال کی خرید وفروخت کرنا تجارت ہے، مسلمانوں کی کثیر تعداد روزی کمانے کے لئے تجارت کو ذریعہ بناتی ہے اور اسلام میں تجارت کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔

اگر لین دین میں خیانت واقع ہو جائے اور حصول رزق کے لئے ناجائز ذرائع کو اختیار کیا جائے تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی بھی نافرمانی ہو گئی اور کسی نہ کسی بندے کی حق تلفی بھی اور یہ بات دُگنا جرم قرار پائے گی۔ لین میں باہمی رضامندی پہلا اُصول ہے باہمی رضامندی کو قرآن پاک میں بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ"(۱)

(اے ایمان والو! آپس میں ناحق طریقہ پر ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ آپسی رضامندی سے تجارت ہو)

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"فقہاء نے خرید وفروخت اور تمام مالی معاملات کے لئے ایجاب وقبول کو ضروری قرار دیا ہے، جس سے فریقین کی رضامندی کا اظہار ہوتا ہے اور جبر واکراہ کے ساتھ ہونے والی خرید وفروخت کو نامعتبر قرار دیا ہے"(۲)

لہٰذا اسلامی تجارت میں تجارتی معاہدہ کی بنیاد ہی فریقین کی رضامندی پر رکھی گئی ہے۔ احناف کے نزدیک ایجاب وقبول کے الفاظ ایسے ہوں جن کا مفہوم قبضہ لینا یا دینا ہو۔

"البيع ينعقد بالإيجاب والقبول إذا كانا بلفظي الماضي" مثل أن يقول

---

(۱) النساء: ۲۹

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۲۰۳

أحدهما بعت والآخر اشتريت"(۱)

(بیع کا انعقاد ایجاب وقبول سے ہوتا ہے جب کہ یہ دونوں لفظ ماضی میں ہوں مثلاً ایک کہے میں نے فروخت کیا دوسرا کہے میں نے خریدا)

لہذا یہ بھی ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کے کلمات بائع ومشتری نے سنے ہوں ورنہ بیع درست نہ ہو گی۔ آیت مدانیت قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت ہے، اس میں خرید وفروخت کے سلسلے میں احکامات بیان کیے گئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ------ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ"(۲)

(اے ایمان والو! جب تم ایک مقررہ مدت کے لئے اُدھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ دے، نیز جس کو لکھنا آتا ہے، اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے جیسا اللہ نے اُس کو (لکھنا) سکھا دیا اس کو بھی چاہیے کہ لکھ دے اور جس کے ذمہ حق ہے، وہ لکھائے، اللہ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس میں کچھ بھی کمی نہ کرے، اگر وہ کم عقل یا کمزور ہو یا وہ خود لکھانے پر قادر نہ ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھ دے اور اپنے مردوں میں سے دو شخص کو گواہ بناؤ، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو، گواہان ایسے لوگوں میں سے ہوں جن کو تم پسند کرتے ہو (دو عورتیں اس لئے کہ) ان دو میں ایک بھول جائے تو ایک دوسرے کو یاد دلا دے، اور گواہان جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں اور اُدھار معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا لکھنے سے اکتایا نہ کرو، اس طرح لکھ لینا اللہ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف، گواہی کو دست بدست خرید وفروخت کا معاملہ ہو جو تم آپس میں کیا کرتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور خرید وفروخت کے وقت گواہ بنا لیا کرو، کسی کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے، اگر ایسا کرو گے تو تم کو گناہ

---

(۱) المرغینانی، علی بن ابی بکر، الهدایة فی شرح بدایة المبتدی، کتاب البیع، ۳/ ۲۳

(۲) البقرہ: ۲۸۲

ہو گا، نیز اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تم کو علم سے نوازتے ہیں اور ہر چیز کا علم رکھتے ہیں)

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں گیارہ احکام بیان کیے ہیں۔

۱۔ "اُدھار معاملہ کو لکھ لینا چاہیے؛ یہ مستحب ہے۔

۲۔ کاتب کا عادل ہونا ضروری ہے؛ تاکہ دستاویز میں دھوکہ دہی نہ ہو۔

۳۔ جس شخص پر حق ہو یعنی جس کے ذمہ دین اور قرض ہو ، اسی کو بے کم وکاست دستاویز لکھانی چاہیے؛ تاکہ اس کے لئے کوئی عذر نہ رہے۔

۴۔ جس کے ذمہ دین ہو اگر وہ خود دین کی دستاویز لکھانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو جیسے: پاگل، کم عقل، ضعیف، نابالغ یا بہت بوڑھا ہو یا کسی اور وجہ سے لکھانے پر قادر نہ ہو جیسے گونگا ہو، یا دوسرے فریق کی زبان سے واقف نہ ہو تو جو اس کا ذمہ دار ہو جیسے ولی یا قاضی وہ اس کی دستاویز لکھائے گا۔

۵۔ جو شخص دستاویز بنانے پر قادر ہو تو اس کو اس خدمت سے انکار نہ کرنا چاہیے۔

۶۔ بہتر ہے کہ معاملہ پر گواہ بنالیا جائے۔

۷۔ ایسے معاملات کے لئے گواہی کا نصاب یہ ہے کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔

۸۔ گواہوں کے لئے ضروری ہے کہ عادل و معتبر ہوں " مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ" سے اسی طرف اشارہ ہے۔

۹۔ جن کو فریقین گواہ بنانا چاہیں، مستحب ہے کہ وہ بھی گواہی دینے سے انکار نہ کریں۔

۱۰۔ دست بدست لین دین کے لکھنے کی حاجت نہیں؛ کیوں کہ اس میں نزاع کا امکان یا تو نہیں ہے یا بہت کم تاہم اس کو لکھ لیا جائے تو حرج نہیں۔

۱۱۔ کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے، مثلاً: کاتب اجرت کتابت چاہتا اور اس کو مفت کتابت پر مجبور کیا جائے، یا گواہان کو وہاں تک آمدورفت کے خرچ کی ضرورت ہو لیکن ان کو مفت آمدورفت کے لئے کہا جائے یا ان کے اوقات کی مصلحت کا خیال نہ رکھا جائے۔"(۱)

گواہی کے احکام:

تمام مالی اُمور میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت قابل قبول ہے۔ عورت کی گواہی سے متعلق حضور

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۲۱

ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ"(۱)

(عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے آدھی ہے)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

گواہی میں دو عورت کو ایک مرد کے برابر اس لئے رکھا گیا ہے کہ عورتوں میں جذبات کا عنصر زیادہ ہے لہذا گواہی دینا واجب اور انکار کرنا حرام ہے اور اگر متعدد گواہ ہوں تو گواہی دینا واجب علی الکفایہ ہے (۲)

حرمت سود:

شریعت نے جن اشیاء کو حرام قرار دیا ہے ان کی تجارت بھی حرام ہے اور اس سلسلہ میں جتنے لوگ بھی متعلق ہوں گے سب کی کمائی ناجائز قرار پائے گی۔ حرام کاروبار میں سب سے پہلا نمبر سود ہے۔ سود کو عربی زبان میں ربا کہتے ہیں، جس کا لغوی معنی زیادہ ہونا پروان چڑھنا، ابو بکر جصاصؒ ربا کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

"هُوَ الْقَرْضُ الْمَشْرُوطُ فِيهِ الْأَجَلُ وَزِيَادَةُ مَالٍ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ"(۳)

(وہ قرض جو معینہ مدت تک اس شرط پر دیا جاتا جو کہ قرض لینے والے کے سرمایہ پر طے شدہ زیادتی کے ساتھ واپس کرنا لازمی ہوتا)

لہذا سود کسی مخصوص چیز میں اضافے کو کہتے ہیں، سود کی حقیقت یہ ہے کہ دور جاہلیت میں جب کسی پر قرضہ ادا کرنے کا وقت آجاتا تو اس سے قرض خواہ کہتا کہ میری رقم واپس کر دو یا آئندہ محدود مدت تک اس رقم میں اضافہ کر دیتا۔ مولانا رحمانی سود کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

"مالی لین دین کے معاملہ میں ایک فریق کی طرف سے ایسا اضافہ جس کا دوسرے فریق کی طرف سے کوئی عوض نہ ہو رہا ہے" (۴)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا"(۵)

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الشھادۃ، باب شھادۃ النساء، رقم الحدیث: ۲۶۵۸

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۲۱

(۳) الجصاص، احمد بن علی ابو بکر رازی، احکام القرآن، ۲/۱۸۹

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۱۸

(۵) البقرہ: ۲۷۵

(اللہ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

تجارت اور سود میں پہلا فرق یہ ہے کہ تجارت کو اللہ نے حلال قرار دیا اور سود کو حرام، تجارت میں نفع کی اُمید اور نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے جبکہ سود میں نفع متعین ہوتا ہے۔ بہ ظاہر ہمیں یہ لگتا ہے کہ سود سے مال بڑھتا ہے اور صدقہ سے کم ہوتا ہے، لیکن صدقہ سے برکت ہوتی ہے آفتوں سے حفاظت ہوتی ہے سود کھانے سے مال سے برکت اٹھ جاتی ہے اور مصیبتیں آتی ہے۔ سودی لین دین اُس وقت ہوتا ہے جب دولت مند افراد غیر سودی قرض دینے کو تیار نہیں ہوتے، اگر لوگ قرض دینے لگیں تو سود کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی لئے قرض دینے کی تائید کے ساتھ مقروض کو مہلت دینے کی ہدایت دی گئی۔(۱)

سود کی حرمت قرآن وحدیث دونوں میں ہے اسی تناظر میں مولانا رحمانی سود کی حرمت کے بارے میں ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

"لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ"(۲)

(رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، سودی لین دین کے معاملہ میں گواہ بننے والے اور سودی معاملہ کو لکھنے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے)

مولانا رحمانی سود کی صورتوں کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"بینک انٹرسٹ، انشورنس میں ملنے والا نفع، باونڈز، آج کل رہن کے طور پر مقروض سے مکان اور کھیت حاصل کرکے اس سے نفع اٹھانے کا جو رواج ہے یہ سب سود کی صورتیں ہیں"(۳)

چند ناجائز ذرائع آمدنی:

شریعت میں شراب، جوا اور سٹہ کے کاروبار کی ممانعت ہے، شراب پینا شرعاً حرام ہے، لیکن ساتھ ساتھ شراب کا کاروبار کرنا بھی شرعاً حرام ہے اسلام نے جوا کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیا۔ قرآن مجید میں شراب کی حرمت تدریجاً بیان ہوئی ہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۱۸۔۱۱۹

(۲) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داوٗد، کتاب البیوع، باب فی اکل الربا وموکلہ، رقم الحدیث: ۳۳۳۳

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۱۱۸

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ"(۱)

(اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، مورتیاں اور فال نکالنے کے تیر گندی باتیں ہیں اور شیطانی کام ہیں، ان سے بچو تاکہ تمہارا بھلا ہو)

اس آیت میں چار چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں۔ ان چاروں اشیاء میں ملوث تمام افراد گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے، مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

"جو چیز انسان کے اخلاق کو بگاڑتی ہیں، ان میں سر فہرست شراب ہے کیوں کہ جب نشہ چڑھتا ہے تو انسان ہوش و حواس کھو دیتا ہے اور اس حالت میں کسی بھی بُرائی کا ارتکاب کر سکتا ہے"(۲)

تیسرے مرحلہ میں شراب کو قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا۔ مولانا رحمانی شراب کی حرمت کے بارے میں ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لُعِنَتِ الْخَمْرُ عَلَى عَشَرَةِ أَوْجُهٍ: بِعَيْنِهَا، وَعَاصِرِهَا، وَمُعْتَصِرِهَا، وَبَائِعِهَا، وَمُبْتَاعِهَا، وَحَامِلِهَا، وَالْمَحْمُولَةِ إِلَيْهِ، وَآكِلِ ثَمَنِهَا، وَشَارِبِهَا، وَسَاقِيهَا"(۳)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شراب دس طرح سے ملعون ہے، یہ لعنت خود اس پر ہے، اس کے نچوڑنے والے پر، نچڑوانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کو اٹھا کر لے جانے والے پر، اس شخص پر جس کے پاس اٹھا کر لے جائی جائے، اس کی قیمت کھانے والے پر، اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس طرح شراب پینا حرام ہے اس طرح اس کی خرید و فروخت بھی حرام

---

(۱) المائدہ:۹۰

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۹۷

(۳) ابن ماجہ، محمد بن یزید بن عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الاشربۃ، باب لعنت الاخمر علی عشرۃ اوجہ، رقم الحدیث:۳۳۸۰

ہے اور شراب کے کارخانے میں کاروبار کرنا جائز نہیں۔ شراب حرام ہونے کے ساتھ ناپاک بھی ہے اسی لیے اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو اس کو دھونا واجب ہے۔(۱)

اس آیت میں شراب کے علاوہ تین اور چیزوں جس میں جوا، انصاب، ازلام شامل ہے، مولانا رحمانی ان تینوں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "جوے سے مراد یہ ہے کہ کسی پر اس طرح رقم لگائی جائے کہ اس کا انجام معلوم نہ ہو جیسا کہ کھیل وغیرہ میں شرط لگاتے ہیں۔ دوسرے انصاب یعنی بت، معلوم ہوا کہ ویسے تو ہر جاندار کا مجسمہ بنانا حرام ہے: لیکن ایسی مورتیاں بنانا جن کی مشرک قومیں پرستش کرتی ہوں، سخت گناہ اور شدید حد تک حرام ہیں؛ بلکہ اگر تقدس کے جذبہ سے ایسی مورتیاں بنائی جائیں تو کفر ہے"(۲)

یہ وہ بت تھے جن پر مشرکین اپنے جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے، اور احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔

"وَالنُّصُبُ: أَنْصَابٌ يَذْبَحُونَ عَلَيْهَا"(۳)

ازلام "یعنی پانسے" عربوں میں ایک طریقہ تھا کہ چند آدمی مل کر اونٹ ذبح کیا کرتے تھے جس میں سب کے پیسے برابر تھے لیکن حصوں کی تقسیم غیر مساویانہ تھی، کسی کو زیادہ مل جاتا کسی کو کم اور کسی کو کچھ بھی نہیں یہ قرعہ اندازی کی مدد سے کیا جاتا یہ بھی جوے کی ایک صورت تھی اس لیے اس سے منع کیا گیا۔(۴)

لہٰذا خرید و فروخت کے معاملات میں باہمی رضامندی کو لازمی قرار دیا گیا۔ اسلامی اصول کے مطابق کاروبار کرنے سے نہ صرف دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں، بلکہ اُخروی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ آیت مداینت میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے ادھار اور خرید و فروخت کے معاملات طے کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا لہٰذا انشورنس، باونڈز میں ملنے والا منافع بھی سود ہی ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا اسی طرح اس کی خرید و فروخت کو بھی حرام قرار دیا۔ جوئے اور اس کے کاروبار سے بھی مکمل پر اجتناب کیا جائے تا کہ اس میں ملوث ہو کر اپنی تمام املاک کو ضائع نہ کیا جائے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۲۸۹

(۲) ایضاً: ۱/ ۲۸۹

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب التفسیر القرآن، باب قولہ: انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان، رقم الحدیث: ۴۶۱۵

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۲۹۸

فصل سوم: حدود و تعزیرات سے متعلق معاملات

حدود وہ سزائیں ہیں جو قرآن کریم یا سنت میں معین کی گئی ہے، جن میں کمی اور زیادتی نہیں کی جاسکتی۔ یہ ساتھ جرائم کی سزا ہے جن میں زنا، قذف، چوری، شراب نوشی، ڈاکہ، قتل، ارتداد شامل ہے۔ اسلام میں دو قسم کی سزائیں ہیں، ایک تو وہ جو ہر مجرم کے لئے یکساں مقرر فرمادی گئی ہیں ان کو حد کہا جاتا ہے، دوسری قسم تعزیر ہے جس کی مقدار شریعت کی طرف سے مقرر نہیں بلکہ امیر و قاضی کی صواب دید پر رکھی گئی ہیں۔

حدود حد کی جمع ہے اور حد عربی زبان میں مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً رکاوٹ، ممانعت، پابندی یا بازرکھنا وغیرہ۔ لسان العرب میں حد کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

"وأصل الحَدِّ الْمَنْعُ وَالْفَصْلُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ"(۱)

(یعنی حد کے حقیقی معنی روک اور دو چیزوں کے درمیان جدائی کے ہیں)

امام سرخسیؒ حد کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"الحَدُّ: اسْمٌ لِعُقُوبَةٍ مُقَدَّرَةٍ تَجِبُ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى"(۲)

(شریعت میں حد اس مقررہ سزا کا نام ہے جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے)

لہٰذا حد کا اصل معنی رد کرنا اور روکنا ہے، علامہ کاسانیؒ بدائع الصنائع میں تعزیر کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"التَّعْزِيرِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِمُقَدَّرٍ، قَدْ يَكُونُ بِالضَّرْبِ وَقَدْ يَكُونُ بِالْحَبْسِ وَقَدْ يَكُونُ بِغَيْرِهِمَا"(۳)

(تعزیر اس سزا کو کہا جاتا ہے جو مقرر نہیں ہے کبھی مارنے، کبھی قید کردینے اور بعض دفعہ ان دو صورتوں کے علاوہ بھی دی جاسکتی ہے)

لہٰذا تعزیر وہ ہیں جس میں ردوبدل کا اختیار حاکم یا قاضی کو حاصل ہے۔ وہ حالات کو مد نظر رکھ کر جرم اور اس کی نوعیت کا جائزہ لے کر جو سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے، ایسی سزائیں تعزیرات کہلاتی ہے۔

---

(۱) ابن منظور، جمال الدین افریقی، لسان العرب، ۳/۱۴۰

(۲) السرخی، محمد بن احمد، المبسوط، بیروت: دار المعرفۃ، ۹/۳۶

(۳) الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۷/۳۳

حد اور تعزیر میں فرق:

حد اور تعزیر لغت میں روکنے کو کہتے ہیں، اس لحاظ سے دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور دونوں سزائیں ہیں مگر مندرجہ ذیل وجوہات کے باعث دونوں میں فرق کیا جاتا ہے۔

- حد معین ہیں جبکہ تعزیر معین نہیں ہے۔
- حد میں کسی طرح بھی سفارش کرنا جائز نہیں، تعزیر میں حاکم کے پاس معاملہ لے جانے سے پہلے اور بعد میں سفارش کرنا جائز ہے۔
- حدود کا قائم کرنا واجب ہے جبکہ تعزیرات واجب نہیں ہے۔

حد سرقہ سے متعلق احکام:

سرقہ لغت میں کسی کی چیز بغیر اجازت اٹھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی کسی چیز کو خفیہ طور پر لینا سرقہ ہے، موسوعہ الفقہی میں سرقہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

"فِي اللُّغَةِ: السَّرِقَةُ أَخْذُ الشَّيْءِ مِنَ الْغَيْرِ خُفْيَةً"(۱)

(لغت میں سرقہ کسی دوسرے کا مال خفیہ طریقے سے لینا ہے)

چوری کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور ہر زمانے اور معاشرے میں یہ ایک قابل نفرت فعل سمجھا جاتا رہا ہے، چنانچہ شریعت اسلام نے اس کی ایک سزا مقرر کی ہے، چوری کرنے والوں کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ"(۲)

(چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت، ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ ان کی کرتوت کی سزا ہے، اور اللہ کی طرف سے عبرت کے لئے ہے)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

"چوری کی یہ سزا کسی شخص کے زیر ملکیت حفاظت سے رکھے ہوئے کم سے کم دس درہم (۳۰ گرام ۲۱۸ ملی گرام چاندی) کے بقدر مال چھپا کر لینے والے شخص پر جاری ہوگی"(۳)

---

(۱) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، ۲۴/ ۲۹۲

(۲) المائدہ:۳۸

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۲۷۳

یہ دس درہم کی جو مقدار مقرر کی گئی ہے یہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت سے استدلال کیا گیا ہے۔

"قَالَ: لَا يُقْطَعُ إِلَّا فِي دِينَارٍ أَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ"(۱)

مزید مولانا رحمانی روایات کی روشنی میں لکھتے ہیں۔

پہلی چوری پر گٹے سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، دوسری چوری پر بایاں پاؤں ٹخنہ سے کاٹا جائے گا، اس کے بعد پھر چوری کرے تو قید کر دیا جائے گا، یہ رائے امام ابو حنیفہؒ کی ہے۔(۲)

نصاب سرقہ میں اختلاف:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نصاب دس درہم ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نصاب چوتھائی دینار ہے(۳) مالکیہ کے نزدیک مال مسروق سونا ہو تو چوتھائی دینار اور چاندی یا کوئی اور چیز ہو تو تین درہم،(۴) حنابلہ کے نزدیک سونا ہو تو چوتھائی دینار، چاندی ہو تو تین درہم اور کوئی اور چیز ہو تو ان دونوں میں سے جس کی قیمت کم ہو وہ معیار ہو گی۔(۵)

خلاصہ یہ ہے کہ دس درہم پر اجماع ہے اور دس درہم سے کم پر اختلاف ہے لہذا اجماع دس درہم پر ہے تو ضروری ہے کہ اجماع پر عمل کیا جائے۔ جب مجرم کا جرم ثابت ہو جائے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیوں کہ یہ اللہ کی مقررہ کردہ سزائیں ہیں، اور اس میں کمی بیشی کا اختیار کسی کو حاصل نہیں۔

حد شراب سے متعلق احکام:

شراب سنگین محرمات میں سے ہے بلکہ "ام الکبائر" ہے کیوں کہ یہ انسان کی عقل کو زائل کرنے والی ہے اس سزا کو عربی میں حد الشرب یا حد شرب الخمر کہتے ہیں۔ شراب کو خمر اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہیں۔ احناف نے خمر کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"الخمر هو النيء من ماء العنب إذا غلا واشتد وقذف بالزبد"(٦)

(یعنی انگور کا ایسا کچا پانی جب اس میں جوش اور شدت آجائے اور جاگ اٹھنے لگے)

---

(۱) ابن ابی شیبۃ، ابو بکر، المصنف فی الاحادیث والاثار، کتاب الحدود، باب من قال لا تقطع، ریاض: مکتبۃ الرشید، طبع اول ،۱۴۰۹، رقم الحدیث: ۲۸۱۰٦

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/ ۳۷۳

(۳) المزنی، اسماعیل بن یحیی، مختصر المزنی، بیروت: دار المعرفۃ، ۸/ ۳۷۰

(۴) الاصبحی، مالک بن انس، المدونۃ، بیروت: دار لکتب العلمیۃ، ۴/ ۵۲۷

(۵) ابن قدامہ، المغنی، قاہرہ: مکتبۃ قاہرہ، ۹/ ۱۰۴

(٦) قلعجی، محمد رواس، معجم لغۃ الفقہاء، بیروت: دار النفائس، طبع دوم، ۱۴۰۸ء، ص: ۴۷۴

اللہ تعالیٰ نے شراب کو قطعی حرام کر دیا لیکن حرمت کا حکم آہستہ آہستہ اور تدریجاً نازل ہوا، تا کہ عمل کرنا آسان ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا"(۱)

(لوگ آپ سے شراب اور جوا، کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ: ان دونوں میں بڑا گناہ ہے)

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ"(۲)

(اے ایمان والو! جب تک نشہ کی حالت میں رہو، نماز کے قریب نہ جاؤ؛ یہاں تک کہ جو منھ سے کہتے ہو، اُسے سمجھنے لگو)

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ"(۳)

(اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، مورتیاں اور فال نکالنے کے تیر گندی باتیں ہیں اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو؛ تا کہ تمہارا بھلا ہو)

اس آیت کی تفسیر میں شراب کی حرمت کے بارے میں مولانا رحمانی نے آٹھ وجوہ کا ذکر کیا ہے۔

"اول: تو تاکید کے لئے "انما" کا لفظ استعمال کیا گیا، جو عربی زبان میں کسی بات کو بہت قوت کے ساتھ بیان کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، دوسرے: شراب کی حرمت کو بت پرستی کے ساتھ ذکر فرمایا گیا، گویا یہ بُرائی شرک کے مماثل قرار پائی، تیسرے: حرام کہنے کی بجائے "رجس" یعنی ناپاک اور گندی چیز سے تعبیر کیا گیا، جس سے اور زیادہ تاکید مقصود ہے، چوتھے: اسے شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے، پانچویں: واضح طور پر فرمایا گیا کہ تم لوگ اس سے بچے رہو، چھٹے: اس کے حرام ہونے کا سبب بتایا گیا کہ اس سے آپس میں عداوت اور نفرت پیدا ہوتی

---

(۱) البقرہ: ۲۱۹

(۲) النساء: ۴۳

(۳) المائدہ: ۹۰

ہے اور یہ اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے، حکم دینے کے بعد پر ڈانٹ ڈپٹ کے انداز میں اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ تم اس سے باز آؤ گے یا نہیں؟ ساتویں: اسی پس منظر میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا اور دوبارہ اس سے بچنے کی تلقین کی گئی، آٹھویں: نہایت سختی کے ساتھ فرمایا گیا کہ اگر تم لوگوں نے روگردانی کی، تو ہمارے رسول کا کام تو صرف پہنچا دینا ہے، یعنی میں اس کی پکڑ کروں گا۔"(۱)

مقدار حد:

حد خمر کی تعین میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور اسی کوڑے واجب مانتے ہیں۔

"فَقَالَ الْجُمْهُورُ: الْحَدُّ فِي ذَلِكَ ثَمَانُونَ"(۲)

ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی مشاورت کے بعد صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ حد خمر اسی کوڑے ہیں، حضرت علیؓ کے الفاظ یہ تھے۔

"إِذَا شَرِبَ سَكِرَ، وَإِذَا سَكِرَ هَذَى، وَإِذَا هَذَى افْتَرَى"(۳)

(جب شراب پیئے گا تو بدمست ہو گا اور جب بدمست ہو گا تو لاف گزاف بکے گا اور جب لاف گزاف بکے گا تو تہمت تراشی بھی کرے گا۔)

اسی طرح متفقہ طور پر حد قذف پر قیاس کرتے ہوئے حد خمر کی سزا اسی کوڑے مقرر کر دی گئی۔ حد خمر کے بارے میں دوسری رائے یہ ہے جو امام شافعیؒ، ابو ثور اور داؤد ظاہری کی ہے کہ حد خمر کی سزا چالیس کوڑے ہیں۔ دوسرے فریق کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی حد مقرر نہیں کی بلکہ شرابی کو غیر متعین تعداد میں جوتے مارتے تھے البتہ حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنے کے بعد شارب خمر کو چالیس کوڑے مارے۔(۴)

حضرت عمرؓ کے عہد میں اسی کوڑے مقرر ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، لہذا جمہور کی رائے راجح ہے۔

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۹۷

(۲) ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ۴/۲۲۷

(۳) ایضاً: ۴/۲۲۷

(۴) ایضاً: ۴/۲۲۷

حد زنا سے متعلق احکام:

اسلام میں زنا کی تحریم کتاب وسنت، اجماع سے ثابت ہے، زنا کو کبیرہ گناہ اور جرم عظیم قرار دیا گیا ہے، زنا سے مراد ایک بالغ مرد اور عورت کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح صحیح میں ہوئے بغیر قصداً اجماع کرنا۔ شرعی اصطلاح میں زنا کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"هُوَ وَطْءُ الرَّجُلِ الْمَرْأَةَ فِي الْقُبُلِ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ وَشُبْهَتِهِ"(۱)

(زنا یہ ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کی اگلی شرمگاہ میں ملکیت کے شبہ کے بغیر اجماع کرے)

زنا ایسا قبیح فعل ہے، زنا کی روک تھام کے سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا"(۲)

(اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو، یقیناً یہ بڑی ہی بے حیائی کی بات ہے، اور بہت ہی بُرا راستہ ہے)

اس آیت میں زنا سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، مولانا رحمانی رقم طراز ہیں۔

زنا بُرا راستہ ہے، اس سے دنیا میں بڑا بگاڑ پیدا ہوتا ہے بیماریاں پھیلتی ہے، ناجائز اولاد پیدا ہوتی ہے، ماں، بیوی، بیٹی کی حیثیت سے عورت کو جو احترام حاصل ہوتا ہے اس سے محروم ہو جاتی ہے، منکوحہ عورت سے بدکاری کی جائے تو ان لوگوں کو میراث مل جاتی ہے، اور اصل حقدار محروم رہ جاتے ہیں یہ سب دنیاوی سزائیں ہے آخرت میں بھی بہت بُرا انجام ہو گا۔(۳)

"عریانیت، مردوں اور عورتوں کا اختلاط، اجنبی مرد اور عورت کی ایک دوسرے کے ساتھ تنہائی وغیرہ"(۴)

مولانا عبد الحق حقانی اپنی تفسیر میں زنا کے اسباب بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"نامحرم عورتوں سے تخلیہ کرنا، ان سے ہنسی مذاق کرنا، فحش تصاویر دیکھنا، ملاقات بڑھانا، لگاوٹ کی باتیں کرنا، ان سے رسم ملاقات بڑھانا، فساق کے عشق آمیز

---

(۱) ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، درالمختار علی الدر المختار، ۴/۴

(۲) بنی اسرائیل: ۳۲

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/۲۲۱

(۴) ایضاً: ۲/۲۲۱

افسانے سننا، اس قسم کی نظم ونثر کا عادی ہونا، تھیٹروں اور ناجائز مجامع میں جانا، راگ وباجے سننا، ناچ دیکھنا دکھانا وغیرہ"(۱)

زنا کرنے والا شخص غیر شادی شدہ اور آزاد ہو تو اس کی حد یہ ہے کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں، پھر ایک سال تک کے لئے شہر سے نکال دیا جائے، سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ"(۲)

(بدکاری کرنے والے مرد اور بدکاری کرنے والی عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ، اگر تم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملہ میں تم لوگوں کو ان پر ترس نہیں آنا چاہیے، اوران دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کے ایک گروہ کو حاضر رہنا چاہیے)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

شادی شدہ مرد وعورت کے لئے زنا کی سزا سنگسار کرنا ہے اس پر اُمت کا اجماع واتفاق ہے، کنوارے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے زنا کی سزا سو کوڑے ہے اس کے علاوہ حدیث مبارکہ میں ایک سال کے لئے جلاوطن کر دینے کا حکم آیا ہے۔(۳) امام شافعیؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

"خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا. الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ"(۴)

(مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو، اللہ نے ان زنا کی مرتکب عورتوں کے بارے میں راہ متعین کر دی ہے، کنوارا کنواری کے ساتھ ملوث ہو تو سو کوڑے مارنا ہے اور ایک سال کے لئے شہر بدری ہے اور اگر شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ ملوث ہو تو سو کوڑے مارنا اور سنگسار کر دینا ہے)

---

(۱) دہلوی، عبد الحق حقانی، مولانا، فتح المنان فی تفسیر القرآن، کراچی: میر محمد کتب خانہ، ۳/۱۵۷

(۲) النور: ۲

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/۳۸۴

(۴) ابن ماجہ، محمد بن یزید بن عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب حد الزنا، رقم الحدیث: ۲۵۵۰

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جلاوطن کرنا زنا کی سزا کا لازمی حصہ نہیں یہ حکم مصلحت کے تحت ہے کیوں کہ جب وہ شخص سماج میں رہتا ہے لوگ اسے دیکھتے ہیں اور بُرائی کا چرچا ہوتا ہے تو وہ بُرائی زیادہ پھیلتی ہے۔زنا کی سزا دینے کے لئے اس کا ثابت ہونا شرط ہے،شرط یہ ہے کہ چار مرد گواہ اس فعل کی گواہی دیں جنھوں نے اپنی آنکھوں سے اس فعل زنا کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا ہو جب جرم ثابت ہو جائے تو سزا علی الاعلان دی جائے گئی تا کہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کرے۔(۱)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔

"وقال الشافعي واحمد يجب عليهما ايضا تغريب عام الى مسافة قصر فما فوقها"(۲)

(امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے کہ سو کوڑے مار کر ایک سال کے لئے شہر بدر کر کے اتنی مسافت پر بھیج دیا جائے،جتنی قصر صلوۃ کی مسافت ہو)

الجامع الاحکام القرآن میں علامہ قرطبی کوڑے کے متعلق علماء کا اجماع بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ الْجَلْدَ بِالسَّوْطِ يَجِبُ. وَالسَّوْطُ الَّذِي يَجِبُ أَنْ يُجْلَدَ بِهِ يَكُونُ سَوْطًا بَيْنَ سَوْطَيْنِ"(۳)

(علماء کا اجماع ہے کہ کوڑے مارنا درّے کے ساتھ واجب ہے اور کوڑا درمیانی صورت میں ہو گا نہ بہت زیادہ سخت اور نہ بہت نرم)

مغرب زدہ افراد کی غلط فہمی:

بعض مغرب زدہ افراد اسلام کی مقررہ کردہ سزا کو ظالمانہ تصور کرتے ہیں،خاص کر زنا کی سزا کو،مولانا رحمانی لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں دو باتیں مد نظر رکھنی چاہئیں۔

اول زنا اور اس طرح کے جرائم کی سزائیں دارالسلام میں دی جاتی ہے جہاں اسلامی حکومت ہو اور پوری طرح اسلام کی تعلیمات پر عمل کیا جاتا ہو وہاں نہ شراب کے کارخانے ہو اور نہ شراب کی خرید و فروخت جو انسان کو زنا جیسے گناہ کی طرف لے جائے۔اسی طرح فحش لٹریچر،ہیجان انگیز اشتہارات،نیز تعلیم گاہوں اور آفسوں میں

---

(۱) رحمانی،خالد سیف اللہ،مولانا،آسان تفسیر قرآن مجید،۲/۳۸۴

(۲) المظہری،ثناء اللہ،قاضی،تفسیر مظہری،۶/۴۱۷

(۳) القرطبی،محمد بن احمد بن ابو بکر،الجامع لاحکام القرآن،۱۲/۱۶۱

مرد اور عورت کے اختلاط کی گنجائش نہ ہو تو زنا جیسے واقعات پیش نہیں آئیں گے۔ دوسرے یہ کہ معاشرے کو پاک دامن رکھنے کے لئے سخت جسمانی سزا ضروری ہے اس کو سمجھنے کے لئے موجودہ مغربی معاشرے کو دیکھا جا سکتا ہے۔(۱)

”جو لوگ عفت و عصمت کو اخلاقی جوہر سمجھتے جن کی نگاہ میں نسب کی حفاظت کی اہمیت ہے، اور جو ایک پاکیزہ سماج تعمیر کرنا چاہتے ہیں، وہ ہرگز اس سزا کو ظلم اور انسانیت مخالف قرار نہیں دے سکتے“(۲)

لہٰذا اہل مغرب نے اسلام پر جو اعتراض لگایا ہے وہ خود اس فعل قبیح کی وجہ سے پریشان ہے، کہ اس کو کیسے روکا جائے کیوں کہ اس فعل کی وجہ سے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، طلاق کی کثرت، بے سکونی، عدم برداشت کے جذبات جنم لے رہے ہیں۔ اسلام نے نہ صرف اس فعل قبیح پر سزا مقرر کی بلکہ اس سے بچنے کے لئے اُصول وضوابط بھی بیان کئے۔ جب انسانوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کرنا چھوڑ دیا تو ان پر تکلیف دہ جان لیوا، رُسوا کن بیماریاں مسلط کر دی گئیں۔

حد قذف سے متعلق احکام:

قذف کے لغوی معنی پھینکے کے ہیں۔ قذف اسلامی شریعت میں کسی پاک باز مرد یا عورت پر زنا کا الزام لگانا ہے۔ قذف کی اصطلاحی تعریف حنفیہ اور حنابلہ نے یوں بیان کی ہے۔

”الرَّمْيُ بِالزِّنَا“(۳)

(قذف زنا کی تہمت لگانا ہے)

کوئی بھی شخص کسی پاک دامن مرد پر زنا کا الزام عائد کرتا ہے، یا اس کے معلوم نسب کا انکار کرتا ہے وہ قذف کا مرتکب ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا“(۴)

(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو ان کو

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/ ۳۸۵

(۲) ایضاً: ۲/ ۳۸۵

(۳) الموسوعۃ الفقہیۃ الکوتیۃ، ۳۳/ ۵

(۴) النور: ۴

اسی کوڑے لگاؤ اوران کی کوئی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو)

اس آیت مبارکہ کی رو سے اگر کوئی مرد زنا کی تہمت لگائے اوراپنے قول کی تائید میں گواہ پیش نہ کر سکے تو اسے اسی کوڑے لگانے کا حکم دیا گیاہے۔مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں تین احکام بیان کرتے ہیں۔

اول: یہ کہ محصنہ یعنی پاک دامن عورت پر کوئی تہمت لگائے تو وہ اس سزا کا مستحق ہے، دوسرا: حکم یہ ہے کہ ایسا الزام لگانے والے شخص کے لئے دو سزائیں ہیں۔ایک یہ کہ اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے، دوسرا توبہ کے باوجود اس کی گواہی آئندہ کسی بھی معاملے میں قبول نہیں کی جائے گی۔کیوں کہ یہ اس کی سزا کا ایک حصہ ہے۔یہ امام ابو حنیفہؒ اور سلف صالحین میں سے بہت سے فقہاء کا موقف ہے، تیسری بات یہ فرمائی کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کا گناہ معاف ہو جائے گا، لیکن اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ توبہ کے بعد بھی دنیا میں ایسے شخص کی گواہی قبول کی جائے گی۔(۱)

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"اجْتَنِبُوا السَّبْعَ المُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ اليَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ المُحْصَنَاتِ المُؤْمِنَاتِ الغَافِلاَتِ"(۲)

سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں، بچتے رہو۔صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو ٹونا کرنا، ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد سے بھاگ آنا اور کسی پاک باز سادہ مزاج مومن عورت پر زنا کی تہمت لگانا)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

"وَكَذَلِكَ الْقَذْف مَعْصِيّة كَبِيرَة، وَفِيه إِلْحَاق عَار عَظِيم"(۳)

(اسی طرح زنا کی تہمت لگانا بھی کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ جس پر تہمت لگی ہے اس کی عزت پر دھبہ لگ جاتا ہے)

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/۳۸۶

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الوصایا، رقم الحدیث:۲۷۶۶

(۳) دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، بیروت: دارالجیل، ۱۴۲۶ھ، طبع اول، ۲/۲۵۰

لہذا جب وہ چار گواہ پیش کر دے تو اس صورت میں اس کی بات قذف نہیں ہو گی، بلکہ چار گواہوں کے بیان سے ثابت ہو گا کہ زنا کا ارتکاب ہوا ہے اور زنا کے معترف پر حد لاگو ہو گی۔

لعان سے متعلق احکام:

یہ لفظ لعن سے ماخوذ ہے، جس کے معنی لعنت کرنا، دور کرنا، ایسی چار شہادتیں جو قسم سے مؤکد ہوں، شوہر نے اپنی شہادت کے ساتھ اپنے اوپر لعنت بھیجی ہو، اور عورت نے اپنے غضب الٰہی کی دعا کی ہو۔

مولانا رحمانی لعان کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"لعان لعنت سے ماخوذ ہے چوں کہ اس میں جھوٹے پر اللہ کی لعنت بھیجی جاتی ہے اس لئے اس کو لعان کہتے ہیں"(۱)

لعان کے متعلق قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ"(۲)

(اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اوران کے پاس خود ان کے سوا گواہ نہ ہوں تو ان کی گواہی کی صورت یہ ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ یقیناً سچ بول رہا ہے اور پانچوں دفعہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور عورت سے اس طرح سزا ٹل سکتی ہے کہ وہ بھی چار دفعہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ کہے کہ اگر یہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو)

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

اگر کوئی مرد کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔ ہلال بن اُمیہؓ اور عویمر عجلانیؓ دونوں واقعات بیان کرنے کے بعد لعان کا طریقہ بیان کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/ ۳۸۸

(۲) النور:۶۔۸

کہ لعان کے بعد دونوں ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائیں گے۔امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک علاحد گی اُس صورت میں ہوگئی،جب شوہر بیوی کو طلاق دے دے یا قاضی دونوں کے درمیان تفریق کروادے،اس کے بعد جو بچہ پیدا ہو،شوہر سے اس کا نسب ثابت نہیں ہو گا۔شوہر کی قسمیں اس کے حق میں حد قذف کی قائم مقام اور عورت کی گواہیاں اپنے بارے میں حد زنا کی قائم مقام ہوں گی۔دونوں میں سے جو قسم کھانے سے انکار کرے تو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا،جب تک قسم کھانے پر آمادہ نہ ہو جائے۔(۱)

مزید لکھتے ہیں۔

> ''ہندوستان میں شوہر اس طرح کا دعویٰ کرے اور بیوی کو انکار ہو تو ''لعان'' نہیں کرایا جائے گا؛کیوں کہ غیر اسلامی حکومت میں ان سزاؤں کا نفاذ نہیں ہو سکتا،دوسرے فقہاء کے نزدیک''لعان''کی حیثیت قسم کی ہے اور قسم کھلانے کے لئے اسلامی حکومت کا ہونا ضروری نہیں ہے؛اس لئے خیال ہوتا ہے کہ ہندوستان جیسے ممالک میں فقہاء کی اکثریت کی جو رائے ہے،اس رائے پر عمل کرنا مناسب ہے کہ ایسے واقعات میں لعان کرایا جائے اور میاں بیوی کے درمیان اس عمل کے ساتھ ہی علاحد گی ہو جائے جیسا کہ مالکیہ اور احناف میں امام زفرؒ کا نقطہ نظر ہے''(۲)

حد حرابہ سے متعلق احکام:

حرابہ ''حرب'' سے ماخوذ ہے اور اس کا اصل مطلب چھین لینا اور سلب کر لینا کے ہیں۔حرابہ کا مطلب ہے علی الاعلان طاقت کے زور پر کسی کا مال چھین لینا اور اس پر قبضہ کر لینا،عرف عام میں اسے ڈکیتی کہتے ہیں۔حرابہ کی لغوی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

''الْحِرَابَةُ مِنَ الْحَرْبِ الَّتِي هِيَ نَقِيضُ السِّلْمِ: وَهُوَ السَّلْبُ''(۳)

(حرابہ: حرب سے ماخوذ ہے،جو سلم کی ضد ہے،جس کے معنی چھیننا ہے)

حد حرابہ کا ذکر قرآن مجید کی آیت مبارکہ میں یوں بیان ہوا ہے۔

---

(۱) رحمانی،خالد سیف اللہ،مولانا،آسان تفسیر قرآن مجید،۲/۳۸۹

(۲) رحمانی،خالد سیف اللہ،،مولانا،آسان تفسیر قرآن مجید،۲/۳۸۹

(۳) الموسوعۃ الفقہیۃ الکوتیہ،۱۷/۱۵۳

"إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي ------ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ"(۱)

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے بر سر پیکاری ہیں اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں، یا انھیں سولی دے دی جائے، یا اُلٹے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے، یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے)

اس آیت مبارکہ میں چار سزاؤں کا ذکر ہے یہ سزائیں ڈاکوؤں کے چار الگ الگ گروہوں کے لئے ہیں، مولانا رحمانی رقم طراز ہیں۔

اُس شخص کو قتل کیا جائے گا جس نے قتل کیا، جس نے مال لوٹا اور قتل بھی کیا، اُس کو سولی چڑھایا جائے گا، جس نے صرف مال لوٹا، اُس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا، اور جلاوطنی اُس ڈاکو کے لئے جس نے قتل کرنے اور مال لوٹنے کا ارادہ کیا: لیکن لوٹا نہیں یا لوٹنے پر قادر نہیں ہوا۔

مزید پانچ احکامات بیان کرتے ہیں۔

اول: قتل کا حکم "حد شرعی" کے طور پر ہے لہذا اگر مقتول کے ورثا معاف بھی کر دیں تب بھی حد شرعی جاری ہو گی، دوسرا: سولی میں مجرم کی جان ہی لی جاتی ہے گویا اصل سزا قتل ہی ہوتی، البتہ سزا کی تشہیر اور عبرت کے لئے سولی پر چڑھایا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سولی پر چڑھانا حاکم کی صواب دید پر ہے۔

اکثر فقہاء اور امام ابویوسفؒ سولی پر چڑھانے کو لازم قرار دیتے ہیں۔ تیسرا: لہذا جلاوطنی سے مراد مقام رہائش سے نکال دینا، اس میں دو نقطہ نظر بیان کرتے ہیں۔ اکثر اہل علم کے نزدیک ایسے مجرم کو شہر بدر کر دیا جائے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قید کر دیا جائے یہ بھی جلاوطنی میں شامل ہے۔ چوتھا: ایک شخص نے نہ قتل کیا اور نہ مال لوٹا لیکن اس نے لوگوں کو زخمی کیا اس پر قصاص کے احکام جاری ہوں گئے۔ پانچواں: چند اشخاص نے مل کر جرم کا ارتکاب کیا ہے تو ان سب پر سزا جاری ہو گی۔(۲)

لہذا جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دی جائے گی۔

---

(۱) المائدہ:۳۳

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۷۲

حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء احناف اور مالکیہ کا نظریہ:

فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً حدود کفارہ نہیں ہوتیں اگر مسلمان مجرم حد لگنے سے پہلے توبہ کرے تو پھر حد اس کے لئے اُخروی سزا کے لئے کفارہ ہو جاتی ہے اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ اُخروی عذاب کا مستحق ہوگا۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔(۱)

مرتد سے متعلق احکام:

ارتداد کے لفظی معنی ہیں لوٹنا یا پھر جانا، جو دین اسلام سے کفر کی طرف پلٹ جائے اُسے مرتد کہتے ہیں۔ اور مرتد کی سزا قتل ہے، کتاب و سنت اور اجماع کی رو سے ارتداد حرام ہے، قرآن مجید کی اس آیت میں اس کی تحریم کا ذکرہ ہے۔

"وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ"(۲)

(تم میں سے جو شخص دین سے مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مرے، تو دینا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کے نیک اعمال غارت ہو جائیں گے، ایسے لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہیں گے)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین سے ارتداد اختیار کرنے والوں کے اعمال ضائع ہونے اور آگ میں رہنے سے متعلق بیان فرمایا ہے۔ مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

ارتداد کی وجہ سے زمانے اسلام کی نیکیاں ختم ہو جاتی ہے اور آخرت میں ہمیشہ کے لیے دوزخ ہے یہ تو اُخروی سزا ہے اور دنیاوی سزا کا ذکر احادیث مبارکہ میں ہے۔(۳)

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ"(۴)

(حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص اسلام

---

(۱) سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، ۳/۱۶۷

(۲) البقرہ:۲۱۷

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۸۹

(۴) النسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، کتاب تحرم الدم، باب الحکم فی المرتد، رقم الحدیث:۴۰۵۹

چھوڑ کر مرتد ہو جائے، اس کو قتل کر دو)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

"اسلامی حکومت میں مردوں کے لئے ارتداد کی سزا قتل ہے اور عورتوں کے لئے قید"(۱)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب مرد مرتد ہو جائے تو اس کو قتل کر دینا واجب ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے۔

"اور جب کوئی مسلمان نعوذ باللہ! اسلام سے پھر جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے، اس کو تین دن تک قید رکھا جائے، اگر اسلام کی طرف لوٹ آئے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے"(۲)

اسی طرح المجموع شرح المہذب میں ہے۔

"اور جب آدمی مرتد ہو جائے تو اس کا قتل واجب ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، اور قتل مرتد پر اجماع منعقد ہو چکا ہے"(۳)

قتل سے متعلق احکام:

قتل سے مراد کسی انسان کو قتل کرنا ہے، تمام اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے، مسلمان کو ناجائز قتل کرنے والا شخص فاسق ہے کہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔

"القتل:هو فعل من العباد تزول به الحياة"(۴)

(قتل بندوں کا وہ فعل ہے جس سے زندگی ختم ہو جائے)

حدیث کی رو سے قتل سات ہلاک کر دینے والے گناہوں میں سے ہے اور آخرت میں سزا ہے مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے اس کی دلیل کتاب و سنت میں موجود ہے۔

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۸۹

(۲) المرغینانی، علی بن ابی بکر، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، ۲/۴۰۶

(۳) النووی، یحیی بن شرف بن مری، المجموع شرح المہذب، بیروت: دار الفکر، ۱۹/۲۲۹

(۴) الزحیلی، وھبہ بن مصطفی، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۱۷/۵۳۱

جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا"(۱)

(اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو اور جو ظلماً قتل کر دیا گیا ہو، ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے تو اس کو بھی چاہیے کہ قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے، (اور یاد رکھے کہ اللہ کی طرف سے) اس کو مدد دی گئی ہے)

مولانا رحمانی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

شریعت نے تین صورتوں میں قتل کو جائز قرار دیا ہے ایک یہ کہ قصاص میں قتل کر دیا جائے، دوسرا شادی شدہ ہو کر زنا کرے، تیسرا یہ کہ وہ مسلمان تھا مرتد ہو گیا، ان تینوں صورتوں کے علاوہ کسی کو قتل کرنا حرام ہے۔(۲)

اس بات کا تذکرہ احادیث مبارکہ میں بھی ہے۔

"لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: كُفْرٌ بَعْدَ إِسْلَامٍ، أَوْ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ"(۳)

(کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں مگر تین وجوہ سے ایک وہ شخص جو ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے، یا شادی شدہ ہو کر زنا کرے یا کسی نفس کے قتل کرنے میں اس کو قتل کر دیا جائے)

دوسرا حکم یہ ہے کہ جس شخص کو ظلماً قتل کیا جائے تو اس کے ورثہ قصاص کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ قاتل سے قصاص لینے میں زیادتی نہیں ہونی چاہیئے۔

قاتل سے قصاص کے بارے میں امام قرطبیؒ تین اقوال نقل کرتے ہیں۔

"لَا يَقْتُلُ غَيْرَ قَاتِلِهِ الثَّانِي: لَا يَقْتُلُ بَدَلَ وَلِيِّهِ اثْنَيْنِ كَمَا كَانَتِ الْعَرَبُ تَفْعَلُهُ. الثَّالِثُ: لَا يُمَثِّلُ بِالْقَاتِلِ"(۴)

(پہلا: مقتول کے قاتل کے سوا کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا، دوسرا: اس کے ولی کے بدلے دو قتل نہیں کیے جائیں گے، تیسرا: قاتل کا مثلہ نہیں کیا جائے گا)

---

(۱) بنی اسرائیل:۳۳

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/۲۲۲

(۳) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، باب الامام یامر بالعفو فی الدم، رقم الحدیث:۴۵۰۲

(۴) القرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر، تفسیر قرطبی، ۱۰/۲۵۵

لہذا مجرم کو سزا دیتے وقت انصاف سے کام لینا چاہیے، بدلہ لیتے وقت اللہ تعالیٰ نے جن حدوں کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے اُن کو قائم رکھا جائے۔

اولاد کے قتل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا"(۱)

(اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشے سے مار نہ ڈالو، ہم ہی ان کو بھی، روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی، یقیناً ان کو مار ڈالنا بہت بڑی غلطی ہے)

زمانہ جاہلیت میں لوگ مفلسی کے ڈر سے بچوں کو مار ڈالتے تھے۔ قتل انسانیت کے خلاف کیا جائے والا سب سے بڑا جرم ہے۔ شریعت اسلامیہ میں جتنی تاکید کے ساتھ انسان کے قتل کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے، عصر حاضر میں اتنی ہی بے حرمتی ہو رہی ہے، چنانچہ معمولی معمولی باتوں پر قتل کے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔

مولانا رحمانی موجودہ دور کے مسئلے برتھ کنٹرول پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

افسوس کہ موجودہ دور میں قتل اولاد کی بدلی ہوئی شکل برتھ کنٹرول ہے اور جن قوموں نے یہ راستہ اختیار کیا ہے اُن کی شرح پیدائش کافی حد تک ختم ہو گئی ہے اور اندیشہ اس بات کا ہے کہ کہیں اس وجہ سے ان کی نسل بالکل ہی ختم نہ ہو جائے۔ لہذا اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل کرنا جائز نہیں، قرآن نے اس غلط تصور کا جواب ایک ہی جملے میں دیا کہ روزی مہیا کرنا تمہارا کام نہیں ہمارا کام ہے۔(۲)

قتل کی اقسام:

اکثر اہل علم کے ہاں قتل کی تین قسمیں ہیں، قتل عمد، شبہ عمد، قتل خطا، قتل عمد اور خطا کا ذکر قرآن مجید کی آیت میں ہے۔

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ------ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا"(۳)

(کسی مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کر دے، سوائے اس کے کہ انجانے میں ہو جائے، اور جو کسی مسلمان کو انجانے میں قتل کر دے، وہ

---

(۱) بنی اسرائیل:۳۱

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۲/۲۲۱

(۳) النساء:۹۲

ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے اور مقتول کے لوگوں کو خون بہا ادا کرے
،سوائے اس کے کہ وہ لوگ خود ہی معاف کر دیں، پھر اگر وہ تمہاری دشمن قوم کا
فرہو اور خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کو آزاد کر دے،اور اگر ایسی
قوم سے تعلق رکھتا ہو کہ ان کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو تو ان کے لوگوں
کو خون بہا بھی ادا کیا جائے اور ایک مسلمان غلام بھی آزاد کیا جائے، پھر جس کو
غلام میسر نہ ہو،وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے، یہ اللہ کی طرف سے توبہ قبول
ہونے کا طریقہ ہے،اور اللہ خوب جاننے والے اور خوب حکمت والے ہیں)

قتل کی تینوں قسموں کی تعریف بیان کوتے ہوئے مولانا رحمانی رقم طراز ہیں۔

"آلہ قتل سے حملہ کیا جائے اور مقتول پر وار کرنا مقصود ہو اس کو "قتل عمد" کہتے
ہیں، مقتول پر وار کرنا مقصود ہو لیکن حملہ ایسی چیز سے کیا گیا جو عام طور پر قتل کا
سبب نہیں ہوتی یہ "شبہ عمد" ہے تیسری "قتل خطاء" ہے، کہ غلطی سے مقتول کی
جان چلی جائے،ورنہ مقتول کی لینا مقصود نہ ہو"(۱)

قتل عمد:

جب کوئی شخص کسی شخص کو کوئی ایسی چیز قصداً مارے جس سے وہ ہلاک ہو سکتا ہو اور وہ ہلاک ہو جائے قتل عمد کہلاتا ہے۔ احکام القرآن میں ابو بکر جصاص ؒ قتل عمد کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"إِذَا ضَرَبَهُ بِعَصَا أَوْ رَمَاهُ بِحَجَرٍ أَوْ ضَرَبَهُ عَمْدًا فَهُوَ عَمْدٌ وَفِيهِ الْقِصَاصُ"(۲)

(جب کوئی شخص کسی کو لاٹھی مارے یا اس پر پتھر پھینکے یا عمداً ضرب لگائے اگر ان
صورتوں کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو جائے تو یہ قتل عمد ہو گا اور اس مین
قصاص واجب ہو گا)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

"قتل عمد میں قصاص یا دیت واجب ہوتی ہے"(۳)

---

(۱) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید۔ ۱/۲۲۷

(۲) الجصاص، احمد بن علی ابو بکر رازی، احکام القرآن، ۲/۲۸۷

(۳) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۲۷

اسلام میں قتل عمد پر قصاص ہے جس پر تمام آئمہ اور فقہاء کا اتفاق اور اجماع پایا جاتا ہے۔

قتل شبہ عمد:

کسی آدمی کو ایسی چیز سے قتل کرنا جس سے اکثر قتل نہیں کیا جاتا قتل شبہ عمد کہلاتا ہے۔ قتل شبہ عمد سنت مطہرہ سے ثابت ہے، چنانچہ عمرو بن شعیبؒ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"قَتْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ، وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُه قَالَ: وَزَادَنَا خَلِيلٌ، عَنِ ابْنِ رَاشِدٍ،وَذَلِكَ أَنْ يَنْزُوَ الشَّيْطَانُ بَيْنَ النَّاسِ، فَتَكُونُ دِمَاءٌ فِي عِمِّيًا فِي غَيْرِ ضَغِينَةٍ، وَلَا حَمْلِ سِلَاحٍ"(۱)

(قتل شبہ عمد کی دیت قتل عمد کی طرح سخت ہے البتہ اس سے قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔اس کی وجہ ہے کہ شیطان دو آدمیوں کے درمیان کود پڑتا ہے جس کے نتیجے میں قتل کا ارتکاب ہو جاتا ہے حالانکہ اس دونوں (قاتل اور مقتول) کے درمیان پہلے سے دشمنی نہیں تھی اور ہتھیار بھی نہیں اٹھائے گئے)

مولانا رحمانی دیت کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"شبہ عمد میں دیت، لیکن قتل عمد اور شبہ عمد کی دیت اونٹوں کی عمر کے لحاظ سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے"(۲)

لہذا قتل شبہ عمد میں قصاص نہیں ہوتا لیکن دیت واجب ہوتی ہے شبہ عمد کی چند مثالیں یہ ہیں کسی کو کوڑا مارا گیا یا چھوٹی لاٹھی سے ضرب لگائی (جس سے عادتاً انسان قتل نہیں ہوتا) جس کے نتیجے میں وہ مر گیا تو وہ شبہ عمد ہے۔

قتل خطا:

شریعت میں خطا کی تعریف بے احتیاطی، خود سری، کسی فعل کی زیادتی یا کمی، بے نیازی شامل ہیں۔ مثلاً کسی چیز (شکار وغیرہ) پر تیر مارے، اور وہ تیر نشانے پر لگنے کی بجائے کسی آدمی کو لگے تو ایسے قتل کی سزا کفارہ اور دیت ہے مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

"قتل خطاء کی دیت عمر کے لحاظ سے نسبتاً ہلکی"(۳)

---

(۱) ابوداؤد، سیلمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب دیات الاعضاء، رقم الحدیث:۴۵۶۵

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قران مجید، ۱/ ۲۲۷

(۳) ایضاً:۱/ ۲۲۷

قتل خطا کی دیت احادیث مبارکہ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

"رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قَضَى أَنَّ مَنْ قُتِلَ خَطَأً فَدِيَتُهُ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ"(۱)

(رسول اللہ ﷺ نے قتل خطا کی دیت سو اونٹ مقرر کی ہے)

مولانا رحمانی لکھتے ہیں۔

"دیت میں اصل معیار اونٹنیاں ہیں، البتہ فقہاء نے اپنے عہد میں اونٹنی کی قیمت کے اعتبار سے مروجہ سکوں میں قیمت مقررہ فرمائی ہے، امام ابو حنیفہؒ نے ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم کا فتویٰ اسی لحاظ سے دیا ہے، ہمارے عہد میں موجودہ نرخ کے لحاظ سے سو اونٹنیوں کی قیمت کا اعتبار ہے"(۲)

قتل عمد کی سزا:

یہاں قتل عمد کی اُخروی سزا کا ذکر ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا"(۳)

(اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے، اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا غضب ہو گا اور اس کی لعنت ہو گی، اور اللہ نے ان کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے)

اس آیت مبارکہ میں قتل عمد کی اُخروی سزا اول وہ جہنم میں رہے گا اور دوسرا ہمیشہ کا قیام۔

فقہاء کے نزدیک کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے بعض علماء کے نزدیک قاتل کے لئے توبہ ہی نہیں ہے جمہور اہل سنت کے نزدیک قاتل کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرما سکتے ہیں اور اپنی سزا پانے کے بعد دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔(۴)

امت کے حالات کو قابو میں رکھنے کے لیے حدود کا نفاذ اصل میں مجرموں کے ساتھ رحمت و شفقت ہے

---

(۱) ابوداؤد، سیلمان بن اشعث، سنن ابی داوٗد، کتاب الدیات، باب الدیۃ کم ھی، رقم الحدیث:۴۵۴۱

(۲) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۲۷

(۳) النساء:۹۳

(۴) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۲۲۸

۔مجرم میں سزا کا خوف پیدا کرنا تا کہ وہ دوبارہ اُس جرم کا ارتکاب نہ کرے، مجرم کو دوسروں کے لئے سامان عبرت بنادینا تا کہ دوسرے لوگ اس جرم کے ارتکاب سے پرہیز کریں۔پاکستان میں نفاذ حدود سے ہی امن قائم ہو سکتا ہے، جن اسلامی ممالک میں شرعی حدود نافذ ہیں وہاں جرائم کا تناسب بہت کم ہے یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں جہاں حدود کا نافذ ہیں ایک شخص لاکھوں ریال ہاتھ میں لئے گھوم سکتا ہے،لہذا یہ کہنا کہ اسلامی سزائیں وحشیانہ ہیں سراسر ظلم اور اسلام پر الزام ہے۔

خلاصہ بحث:

مقالہ ہذا میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تفسیر" آسان تفسیر قرآن مجید" کے فقہی مباحث کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس مقالے کو لکھنے میں مجھے کئی تفاسیر اور دیگر کتب سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔

مقالہ ہذا میں تین ابواب ہیں۔پہلا باب: مفسر اور تفسیر کا تعارف جس میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے احوالِ حیات، دینی و تصنیفی خدمات، تفسیر کا منہج واسلوب، تفسیری اُصول اور تفسیر کی خصوصیات بیان کی گئی ہے۔

دوسرا باب: "آسان تفسیر قرآن مجید" میں عبادات سے متعلق فقہی مباحث: جس میں تفسیر کی فقہی حیثیت ،نماز، زکوۃ، روزہ اور حج سے متعلق احکام پر بحث کی گئی ہے۔تیسرا باب: "آسان تفسیر قرآن مجید" میں معاملات سے متعلق مباحث جس میں ازداجی وعائلی معاملات، مالی اور اقتصادی معاملات، حدود و تعزیرات سے متعلق فقہی مباحث پر بحث کی گئی ہے۔دوران تحقیق "آسان تفسیر قرآن مجید" سے درج ذیل اُمور سامنے آتے ہیں۔

- "آسان تفسیر قرآن مجید" عصر حاضر کی تفاسیر میں سے ایک اہم تفسیر ہے جو سلف صالحین کے طریقہ تفسیر کی مکمل ترجمانی کرتی ہے عمومی طور پر تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالحدیث، اور اقوال صحابہ کا رجحان غالب ہے، اس اُسلوب سے قاری کو ہر آیت کے صحیح مفہوم تک با آسانی رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔
- "آسان تفسیر قرآن مجید" میں فقہی مباحث کو مختصر اور جامع انداز میں بیان کیا ہے، احکامی آیات کی تفسیر مسائل فقہ حنفی کے مطابق لکھے گئے ہیں اور اکثر مقامات پر آئمہ اربعہ کے اقوال کو نقل کیا گیا اور اختلاف پر بحث نہیں کی گئی۔
- فاضل مفسر حنفی ہونے کے باوجود بعض اوقات فقہ حنفی سے عدول کر کے کوئی اور رائے اختیار کرتے ہیں۔
- "آسان تفسیر قرآن مجید" میں مفسر موصوف نے فقہی مباحث کو سادہ، آسان، عام فہم انداز میں بیان کیا ہے تاکہ عوام وخواص دونوں کے لئے مفید ہو اور مسائل شرعیہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

نتائج وسفارشات:

”آسان تفسیر قرآن مجید“ کے مطالعہ اور مقالے پر کام کے دوران راقمہ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ یہ تفسیر اُردو دان طبقہ کے لئے ایک قیمتی علمی تحفہ ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ خوش اُسلوبی سے کیا گیا ہے نہ روانی پر اثر پڑتا ہے اور نہ معانی میں خلل آتا ہے۔ مفسر موصوف حوالے کا اہتمام کرتے ہیں اور تحقیق کا حق ادا کرتے ہیں۔ باطل اور گمراہ فرق ومذاہب کا رد کیا گیا ہے اور تردید کے اُسلوب میں نبوی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

”آسان تفسیر قرآن مجید“ دور حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق ہے یعنی آسان اور سلیس زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تشریح، فقہی مباحث میں بھی مفسر کا انداز بیان سادہ، عام فہم اور آسان ہے۔

(۱) ”آسان تفسیر قرآن مجید“ کو لائبریریوں میں رکھا جائے جو کہ حصول علم کا بڑا ذریعہ ہیں۔ تاکہ تفسیری ادب کے شائقین اس سے استفادہ کر سکیں۔

(۲) تفسیر میں دعوت کی اہمیت، اُصول، داعی کی صفات، مدعو سے تعلقات پر اتنا مواد موجود ہے کہ اس کے لئے الگ سے ایک مستقل مقالے کی ضرورت ہے۔

(۳) اس تفسیر کا برصغیر کی دیگر تفاسیر سے موازنے پر مزید کام بھی ہو سکتا ہے۔

فہارس

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا	۲۱۹	۱۲۵
وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ------وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ	۲۲۱	۹۰
لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ	۲۲۶	۱۰۳
وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ	۲۲۸	۱۰۶
الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ	۲۲۹	۱۰۰،۹۵
فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ	۲۳۰	۹۶
وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا	۲۳۴	۱۰۸
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ------ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ	۲۳۵	۸۸
اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ	۲۵۵	۱۳
الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً	۲۷۴	۲۴
وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا	۲۷۵	۱۱۸
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ------ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ	۲۸۲	۱۱۶
ال عمران(۳)		
وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا	۹۷	۷۵
النساء(۴)		
فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ	۳	۸۵،۸۴

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً	٤	٩٣
يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ	١١	١١١،١١٠
وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ	١٢	١١٢،١١١
حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ------- إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا	٢٣	٨٦
وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ	٢٤	٨٧
وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ	٢٥	٩١
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ	٢٩	١١٥
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ	٤٣	١٢٥
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ	٥٩	٤٤،٤٢
النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ	٦٩	٣٢،٢١
وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ------ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا	٩٢	١٣٨
وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا	٩٣	١٤١
وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا	١٠١	٥٥،٥٤

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا	۱۰۳	۵۲
وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا	۱۱۵	۴۲
لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ	۱۴۸	۲۴
يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ------وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ	۱۷۶	۱۱۳
المائدہ(۵)		
الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ ------- وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ	۵	۸۸
إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي ------ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ	۳۳	۱۳۳،۱۳۴
وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ	۳۸	۱۲۳
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا	۴۸	۱۰
لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ	۸۹	۱۰۴
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ	۹۰	۱۲۰،۱۲۵
الانعام(۶)		
إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ	۵۰	۳۲
فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ	۱۱۸	۱۵
إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ	۱۵۹	۱۲

الاعراف(۷)		
اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ	۳	۱۱
فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا	۲۲	۱۵
فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ	۱۷۶	۱۶
التوبہ(۹)		
إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ	۶۰	۶۰،۵۹
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ	۱۲۲	۳۸
یونس(۱۰)		
لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ	۲۶	۲۱
ہود(۱۱)		
قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ	۹۱	۳۷
یوسف(۱۲)		
لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ	۱۱۱	۱۶
الحجر(۱۵)		
وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ	۸۷	۲۱
النحل(۱۶)		
وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ	۴۴	۲۱
بنی اسرائیل(۱۷)		
وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا	۳۱	۱۳۸

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا	۳۲	۱۲۷
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا	۳۳	۱۳۶،۱۳۷
وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا	۷۹	۵۶
الحج(۲۲)		
لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ	۲۸	۸۰
النور(۲۴)		
الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	۲	۱۲۸
وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا	۴	۱۳۰
وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ	۶۔۸	۱۳۲
أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ	۵۰	۲۴
العنکبوت(۲۹)		
وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ	۴۵	۵۱
الروم(۳۰)		
فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ	۱۷۔۱۸	۴۹

وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُون		
السجدہ(۳۲)		
تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا	۱۶	۵۷
الاحزاب(۳۳)		
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	۲۱	۱۱
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا	۴۹	۱۰۹،۱۰۸
مومن(۴۰)		
لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ	۵	۱۳
الجاشیہ(۴۵)		
وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ	۱۶	۲۹
احقاف(۴۶)		
حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا	۱۴	۹۲
النجم(۵۳)		
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى	۴	۱۱
وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى	۱،۲،۳	۳۱
المجادلہ(۵۸)		
وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ذَلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا	۳۔۴	۱۰۲
جمعہ(۶۲)		

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ	۹	۵۳
فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ	۱۰	۵۴
الطلاق(٦٥)		
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ	۱	۱۰۵
وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ	۴	۱۰۸،۱۰۷
وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ	۲	۹۸
الانشقاق(۸۴)		
وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ	۱۷	۲۴

فہرست احادیث

	مَمْلُوكٌ، أَوِ امْرَأَةٌ، أَوْ صَبِيٌّ، أَوْ مَرِيضٌ	
١٢.	إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ، وَأْتُو هَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ	٥٣
١٣.	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: فُرِضَتِ الصَّلاَةُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ أَرْبَعًا، وَتُرِكَتْ صَلاَةُ السَّفَرِ عَلَى الأُولَى	٥٥
١٤.	فَقَالَ:صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ، فَاقْبَلُوا صَدَقَته	٥٦
١٥.	الزَّكَاة قنطرة الْإِسْلَام	٥٩
١٦.	حصنوا أَمْوَالكُم بِالزَّكَاةِ وداووا مرضاكم بِالصَّدَقَةِ واستقبلوا أمواج الْبلَاء بِالدُّعَاءِ والتضرع	٥٩
١٧.	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِهَذَا الطَّوَّافِ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ، فَتَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَان قَالُوا، فَمَا الْمِسْكِينُ؟ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ:الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ لَهُ، فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا	٦٠
١٨.	عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ، حَتَّى يَرْجِعَ إِلَىبَيْتِهِ	٦١
١٩.	الصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَحِصْنٌ حَصِينٌ مِنَ النَّارِ	٦٩
٢٠.	فِي الجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ، لاَ يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ	٧٠
٢١.	قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ:{الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ}شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ	٧٧
٢٢.	لنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي	٨٤
٢٣.	تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ	٨٤
٢٤.	لاَ يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، وَلاَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا	٨٧

۲۵.	يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ	۹۲
۲۶.	وَلَا مَهْرَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ	۹۴
۲۷.	أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ	۹۵
۲۸.	أَنَّ حَفْصَ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ	۹۷
۲۹.	لعن الله المحلل، والمحلل له	۹۸
۳۰.	طَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً	۱۰۱
۳۱.	أَنْ تَعْتَدَّ بِثَلَاثِ حِيَضٍ	۱۰۷
۳۲.	شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ	۱۱۸
۳۳.	لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ	۱۱۹
۳۴.	قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لُعِنَتِ الْخَمْرُ عَلَى عَشَرَةِ أَوْجُهٍ: بِعَيْنِهَا، وَعَاصِرِهَا، وَمُعْتَصِرِهَا، وَبَائِعِهَا، وَمُبْتَاعِهَا، وَحَامِلِهَا، وَالْمَحْمُولَةِ إِلَيْهِ، وَآكِلِ ثَمَنِهَا، وَشَارِبِهَا، وَسَاقِيهَا	۱۲۰
۳۵.	وَالنُّصُبُ: أَنْصَابٌ يَذْبَحُونَ عَلَيْهَا	۱۲۱
۳۶.	قَالَ:لَا يُقْطَعُ إِلَّا فِي دِينَارٍ أَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ	۱۲۴
۳۷.	خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا. الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ	۱۲۸
۳۸.	اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ	۱۳۱
۳۹.	قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ	۱۳۵
۴۰.	لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: كُفْرٌ بَعْدَ إِسْلَامٍ، أَوْ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ	۱۳۷
۴۱.	قْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ، وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُه قَالَ:	۱۴۰

	وَزَادَنَا خَلِيلٌ، عَنِ ابْنِ رَاشِدٍ،وَذَلِكَ أَنْ يَنْزُوَ الشَّيْطَانُ بَيْنَ النَّاسِ، فَتَكُونُ دِمَاءٌ فِي عِمِّيًّا فِي غَيْرِ ضَغِينَةٍ، وَلَا حَمْلِ سِلَاحٍ	
٤٢.	رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قَضَى أَنَّ مَنْ قُتِلَ خَطَأً فَدِيَتُهُ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ	١٤١

مصادر ومراجع

القرآن الکریم

۱) ابی شیبۃ،(ابن)ابو بکر،(۱۵۹ھ-۲۳۵ھ)المصنف فی الاحادیث والاثاء،ریاض: مکتبۃ الرشید، طبع اول،۱۴۰۹ھ،

۲) الاثیر،(ابن)مجد الدین،(۵۴۴ھ-۶۰۶ھ)النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر،بیروت:المکتبۃ العلمیۃ،۱۳۹۹ھ،

۳) الاصبحی،مالک بن انس،(۹۳ھ-۱۷۹ھ)المدونۃ،بیروت:دار لکتب العلمیۃ، طبع اول،۱۴۱۵ھ،

۴) الآمدی، علی بن ابی علی بن محمد،(۵۵۱ھ-۶۳۱ھ)الاحکام فی اصول الاحکام،بیروت:المکتب الاسلامی،س ن

۵) البخاری، محمد بن اسماعیل،(۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ،ریاض:دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، طبع سوم،۱۴۳۶ھ،

۶) بدرالدین عینی، محمود بن احمد ،(۷۶۲ھ-۸۵۵ھ)عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری،بیروت:داراحیاء التراث العربی،س ن

۷) البغدادی، علی بن عمر،(۳۰۶ھ-۳۸۵ھ)سنن الدار قطنی،بیروت:مؤسسۃ الرسالۃ، طبع اول،۱۴۲۴ھ

۸) البغوی، حسین بن مسعود،(۵۸۷ھ)معالم التنزیل فی تفسیر القرآن،بیروت:داراحیاء التراث العربی، طبع اول،۱۴۲۰ھ

۹) البلخی، نظام الدین، الفتاوی الھندیہ المعروفۃ بالفتاوی العالمگیریۃ،بیروت:دار الکتب العلمیۃ، طبع اول ، ۱۴۲۱ھ،

۱۰) البیضاوی،عبداللہ بن عمر،انوارالتنزیل واسرارالتاویل،بیروت:داراحیاء التراث العربی، طبع اول،۱۴۱۸ھ،

۱۱) الترمذی، محمد بن عیسی،(۲۰۹ھ-۲۷۹ھ)سنن ترمذی،،بیروت:دارالعرب الاسلامی،مصر:مکتبہ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، طبع دوم،۱۳۹۵ھ،

۱۲) التفتازانی، مسعود بن عمر بن عبدالعزیز،(۷۱۲ھ-۷۹۳ھ)شرح التلویح علی التوضیح،مصر:مکتبہ صبیح،س ن

۱۳) تیمیہ(ابن)،احمد بن عبدالحلیم،(۶۱۱ھ-۸۵۲ھ)مقدمہ فی اصول التفسیر،بیروت:دار مکتبہ الحیاۃ،۱۴۹۰ھ،

۱۴) الجرجانی، علی بن محمد بن علی،(۷۴۰ھ-۸۱۶ھ) معجم التعریفات،بیروت:دار الکتب العلمیۃ، طبع اول،۱۴۰۳ھ،

۱۵) الجزیری،عبدالرحمٰن بن محمد،(۱۲۹۹ھ-۱۳۶۰ھ)کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ،بیروت:دارالکتب العلمیۃ، طبع دوم،۱۴۲۴ھ،

۱۶) الجصاص،احمد بن علی ابو بکر رازی،(۳۰۵ھ-۳۷۰ھ)احکام القرآن،بیروت:دار الکتب العلمیۃ، طبع اول،۱۴۱۵ھ،

۱۷) الجوھری،اسماعیل بن حماد،(۳۹۳ھ)الصحاح تاج اللغہ وصحاح العربیۃ،بیروت:دار العلم للملابین، طبع چہارم،۱۴۰۷ھ،

۱۸) حجر عسقلانی،(ابن)احمد بن علی،(۷۷۳ھ-۸۵۲ھ)فتح الباری شرح صحیح بخاری،بیروت:دارالمعرفۃ،۱۳۷۹ھ،

۱۹) الخلاف، محمد بن عبدالوھاب،(۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ)علم اصول الفقہ، قاھرہ:مکتبہ الدعوۃ الاسلامیہ،۱۳۶۱ھ،

۲۰) داؤد،(ابو) سلیمان بن اشعث،(۲۰۲ھ - ۲۷۵ھ) سنن ابی داؤد، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س ن

۲۱) دریابادی، عبد الماجد،(۱۳۰۹ھ-۱۳۹۷ھ) تفسیر ماجدی، لاہور: پاک کمپنی، س ن

۲۲) دہلوی، شاہ ولی اللہ(۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ)، حجۃ اللہ البالغہ، بیروت: دار الجیل طبع اول، ۱۴۲۶ھ،

۲۳) دہلوی، عبد الحق حقانی، مولانا،(۱۲۶۷ھ-۱۳۸۹ھ) فتح المنان فی تفسیر القرآن، لاہور: الفیصل، ۲۰۰۰ء،

۲۴) الذھبی، محمد حسین، علامہ،(۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) التفسیر والمفسرون، قاھرہ: مکتبہ وھبہ، ۲۰۰۰ء

۲۵) الرازی، محمد بن عمر بن حسین،(۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) المحصول فی علم اصول الفقہ، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، طبع سوم، ۱۴۱۸ھ،

۲۶) راغب اصفہانی، حسین بن محمد،(۵۰۲ھ) المفردات فی غریب القرآن، بیروت: دار القلم، طبع اول، ۱۴۱۲ھ،

۲۷) راغب الطباخ، تاریخ افکار وعلوم اسلامی، مترجم: افتخار علی بلخی، دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی، باراول، ۱۹۸۳ء،

۲۸) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا،(۱۳۷۶ھ) آسان تفسیر قرآن مجید، کراچی: زم زم پبلیشرز، ۲۰۱۷ء،

۲۹) ایضاً: آسان اصول حدیث، سہارنپور (یوپی): کتب خانہ نعمیہ دیوبند، طبع جدید، ۲۰۱۴ء،

۳۰) ایضاً: اسلام کا نظام عشر وزکوۃ، سہارنپور (یوپی): کتب خانہ نعمیہ دیوبند، طبع دوم ۲۰۱۰ء

۳۱) ایضاً: راہ عمل عصر حاضر کے سماجی مسائل، کراچی: زم زم پبلیشرز، ۲۰۰۹ء،

۳۲) ایضاً: قاموس الفقہ، کراچی: زم زم پبلیشرز، ۲۰۱۵ء،

۳۳) ایضاً: نوازل فقہیۃ معاصرہ، سہار نفور، مکتبہ الایمان، طبع ثانیہ، ۲۰۱۰ء

۳۴) ایضاً: وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، سہارنپور (یوپی): کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، طبع دوم، ۲۰۱۵ء،

۳۵) رشد، (ابن) محمد بن احمد بن محمد،(۴۵۵ھ-۵۲۰ھ) بدایۃ المجتھد ونہایۃ المقتصد، قاھرہ: دار الحدیث، ۱۴۲۵ھ،

۳۶) الزبیدی، حسین بن محمد،(۱۱۴۵ھ-۱۲۰۵) تاج العروس من جواھر القاموس، مصر: دار الھدایۃ، س ن

۳۷) الزحیلی، وھبہ بن مصطفی،(۱۳۵۳ھ-۱۴۳۶ھ) الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق: دار الفکر، س ن

۳۸) الزرقانی، عبد العظیم،(۱۳۶۷ھ) مناھل العرفان فی علوم القرآن، عیسی البابی الحلبی وشرکاہ، طبع سوم، س ن

۳۹) الزرکشی، محمد بن بہادر،(۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) البرھان فی علوم القرآن، بیروت: دار احیاء الکتب، طبع اول، ۱۳۷۶ھ،

۴۰) السرخسی، محمد بن احمد،(۴۰۰ھ-۴۸۳ھ) اصول سرخسی، بیروت: دار المعرفۃ، س ن،

۴۱) ایضاً: المبسوط، بیروت: دار المعرفۃ، ۱۴۱۴ھ،

۴۲) سعیدی، غلام رسول، علامہ،(۱۳۵۶ھ-۱۴۳۷ھ) تبیان القرآن، لاہور: فرید بک سٹال، طبع اول، ۱۴۲۰ھ،

۴۳) سید سابق،(۱۳۳۵ھ-۱۴۲۰ھ) فقہ السنہ، بیروت: دار الکتب العربی، طبع سوم، ۱۳۹۷ھ،

۴۴) سید عبد اللہ، ڈاکٹر، (۱۹۰٦ء-۱۹۸٦ء) اشارات تنقید، دہلی: چمن بک ڈپو، س ن،
۴۵) السیوطی، جلال الدین، علامہ، (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) التحبیر فی علم التفسیر، بیروت: دار لفکر، ۱۴۲۱ھ،
۴٦) الشاطبی، ابراہیم بن موسی، (۷۹۰ھ) الموافقات، قاھرہ: دار ابن عفان، طبع اول، ۱۴۱۷ھ،
۴۷) الشیبانی، ابو عبد اللہ احمد بن محمد (۱٦۴ھ-۲۴۱ھ)، مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۲ھ،
۴۸) الطبرانی، سلیمان بن احمد، (۲٦۰ھ-۳٦۰ھ) المعجم الاوسط، قاھرہ: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ،
۴۹) الطبری، محمد بن جریر، (۲۲۴ھ-۳۱۰ھ) جامع البیان فی تاویل القرآن، دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، ۱۴۲۲ھ،
۵۰) عابد علی عابد، سید، (۱۹۰٦ء-۱۹۷۱ء) اُسلوب، علی گڑھ بک ڈپو، ۱۹۷٦ء،
۵۱) عابدین، (ابن) محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، (۱۱۹۸ھ- ۱۲۵۲ھ) رد المحتار علی الدر المختار، بیروت: دار الفکر، طبع دوم، ۱۴۱۲ھ،
۵۲) عثمانی، محمد شفیع، مفتی، (۱۳۱۴ھ-۱۳۹۳ھ) معارف القرآن، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، طبع جدید، ۱۹۲۹ھ،
۵۳) العثیمین، محمد بن صالح، (۱۳۴۷ھ-۱۴۲۱ھ) مجموع فتاوی ورسائل، ریاض: دار الوطن، ۱۴۱۳ھ،
۵۴) الفراھیدی، عبد الرحمن خلیل بن احمد، (۱۰۰ھ-۱۷۰ھ) کتاب العین، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ،
۵۵) قاسمی، آفتاب غازی، (ودیگر) فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات، سہارنپور (یوپی): کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، ۲۰۱۱ء،
۵٦) قاسمی، مجاہد الاسلام، مولانا، (۱۳۵۵ھ-۱۳۳۲ھ) جدید فقہی مباحث، کراچی: ادارۃ القرآن وعلوم اسلامیہ، ۲۰۰۹ء،
۵۷) قاسمی، مولانا احمد نور، آسان تفسیر قرآن مجید، مشمولہ: بحث و نظر، سہ ماہی، شمارہ نمبر ۹۔۱۰، (مدیر: خالد سیف اللہ رحمانی)، حیدرآباد: جولائی۔دسمبر ۲۰۱۷ء
۵۸) قدامہ (ابن)، محمد عبد اللہ بن احمد، (۵۴۱ھ-٦۲۰ھ) المغنی، قاھرہ: مکتبہ قاھرہ، ۱۳۸۸ھ،
۵۹) القرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر، (٦۰۰ھ-٦۷۱ھ) الجامع الاحکام القرآن، قاھرہ: دار الکتب المعصریۃ، طبع دوم، ۱۳۸۴ھ،
٦۰) قلعجی، محمد رواس، (۱۴۳۵ھ-۱۵۱۵ھ) معجم لغۃ الفقہاء، بیروت: دار النفائس، طبع دوم، ۱۴۰۸ء،
٦۱) الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، (۵۸۷ھ) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع سوم، ۱۴۰٦ھ،
٦۲) کثیر (ابن)، اسماعیل بن عمر، (۷۰۰ھ-۷۷۴ھ) تفسیر القرآن العظیم، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۴۱۹ھ،
٦۳) ماجہ (ابن)، محمد بن یزید بن عبد اللہ، (۲۰۹ھ-۲۷۳ھ) سنن ابن ماجہ، بیروت: دار احیاء الکتب العربیۃ، س ن
٦۴) المرغینانی، علی بن ابی بکر، (۵۳۰ھ-۵۹۳ھ) الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن
٦۵) المزنی، اسماعیل بن یحیی، (۱۷۵ھ-۲٦۴ھ) مختصر المزنی فی فروع الشافعیہ، بیروت: دار المعرفۃ، ۱۴۱۰ھ،

٦٦) مظہری، ثناء اللہ، مولانا، (۱۱۴۳ھ-۱۲۲۵ھ) تفسیر مظہری، کراچی: مکتبہ الرشید، ۱۴۱۲ھ،

٦٧) المنذری، عبد العظیم بن عبد القوی، (۵۸۱ھ-٦۵٦ھ) الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول ۱۴۱۷ھ،

٦٨) منظور افریقی، (ابن) محمد بن مکرم، (٦۳۰ھ-۷۱۱ھ) لسان العرب، بیروت: دار صادر، ۱۳۷۴ھ،

٦٩) الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامی، الکویت: ۱۴۲۷ھ،

۷۰) نسائی، عبد الرحمن احمد بن شعیب، (۲۱۴ھ-۳۰۳ھ) سنن نسائی، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب: طبع سوم، ۱۴۰٦ھ،

۷۱) النسفی، عبد اللہ بن احمد، امام، (٦۴۰ھ-۷۱۰ھ) مدارک التنزیل وحقائق التاویل، بیروت: دار الکلم الطیب، طبع اول، ۱۴۱۹ھ،

۷۲) النووی، یحیی بن شرف بن مری، (٦۳۱ھ-٦۷٦ھ) المجموع شرح المھذب، بیروت: دار الفکر، س ن

۷۳) النیشاپوری، مسلم بن الحجاج، (۲۰٦ھ-۲٦۱ھ) صحیح مسلم، بیروت: دار حیاء الترث العربی، س ن

۷۴) ہمام، (ابن) محمد بن عبد الواحد، (۷۹۰ھ-۸٦۱ھ) فتح القدیر، بیروت: دار الفکر، س ن

Website:

1. Biography of Moulana khalid Saifullah .www.khalidrahmani.in